بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

مختصر اور جامع تفسیری نکات

خلاصہ قرآن

Summary of Qur'an

Part - 5

English - Urdu

حافظ محمد ابو بکر سجاد علوی (خطیب لندن)

Telephone: +44 7853099327

www.hafizsajjad.com

پارہ – 5

پانچواں پارہ سورہ النساء کی آیات 24 تا 147 پر مشتمل ہے۔

اہم تفسیری نکات

پہلا رکوع: وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ۔۔۔ (النساء۔24)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس رکوع میں میں نکاح کے احکامات، محرمات کی تفصیل، محصنات سے کیا مراد ہے؟شرعی احکامات کے پیچھے حکمتیں، حقوق وفرائض، حقوق نکاح کی پابندی کرو۔(وآتوھنّ اجورھن بالمعروف)، تمہارا ہر عمل اللہ کے علم میں ہے(ان اللہ کان علیماً حکیماً)۔

نکاح کے احکامات

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ۔۔۔ (النساء۔24)

اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں۔۔۔۔النساء۔24

جن عورتوں سے نکاح ممنوع ہے انکا ذکر ہورہاہے۔پچھلی آیت(نساء۔23)میں نسبی،رضاعی اور سسرالی رشتے سے جو عورتیں مرد پر حرام ہیں ان کا ذکر آیا تھا۔

احصان سے کیا مراد ہے؟

یادرہے کہ احصان اور احسان دوالگ الگ اصطلاحیں ہیں۔

قرآن کریم میں احصان چار معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔1۔شادی۔2۔آزادی۔3۔پاکدامنی۔4۔اسلام۔

اس اعتبار سے محصنات کے چار مطلب ہیں 1۔شادی شدہ عورتیں۔2۔پاکدامن عورتیں۔3۔آزاد عورتیں۔4۔مسلمان عورتیں۔یہاں پہلا معنی مراد ہے۔

اس آیت(النساء۔24)میں بتایا جارہاہے کہ وہ عورت جو پہلے سے شادی شدہ ہو اس سے بھی نکاح حرام ہے۔جب تک کوئی عورت کسی شخص کے نکاح میں ہو،دوسرا شخص اس سے نکاح نہیں کرسکتا یعنی ایک عورت بیک وقت ایک سے زائد شوہر والی نہیں ہوسکتی۔بعض معترضین اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب مردوں کو تعدد ازواج کی اجازت ہے تو عورت کو کیوں نہیں۔حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو اسلام کے اس حکم میں کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس عورت کی اولاد کے بارے میں تعین کون کرے گا کہ وہ کس شوہر سے ہے۔ جب نسب ثابت نہیں ہوگا تو باہمی حقوق وفرائض اور اولاد

کی ذمہ داری کس پر عائد کی جائے گی؟ وراثت کے مسائل پیدا ہونگے۔ معاشرتی لحاظ سے اولاد پر انگلیاں اٹھیں گی کہ ان کا والد کون ہے۔ اسی طرح اولاد اور والدین کے حقوق کی ادائیگی سے وجود میں آنے والی رحمتوں سے پورا خاندان محروم رہے گا۔ اس کے علاوہ بے شمار سماجی مسائل کی وجہ سے عورت کیلئے ایک وقت میں ایک سے زائد شوہر ہونا باعث مصیبت ہے۔

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (النساء۔24)

اللہ علیم اور دانا ہے۔

آیت کے اختتام پر یہ جملہ بڑھا کر ایک تو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ خبر ہے، احکام مذکورہ کی اگر کوئی شخص خلاف ورزی کرے تو اگرچہ اس کی خبر کسی اور کو نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو تو سب خبر ہے، اس سے ہر حال میں ڈرتے رہنا چاہیۓ۔

اور یہ بھی بتلایا کہ اس آیت میں جو احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں یہ سب کچھ حکمت پر مبنی ہیں، حکمت اس دقیق بات کو کہتے ہیں جو ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آتی، حرمت و حلت کے احکام جو آیات میں مذکور ہیں ان کی علت کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے ان کو ہر حال میں ماننا لازم ہے، کیونکہ اگر ہمیں علت یا وجہ معلوم نہیں تو اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے جو علیم اور حکیم ہے۔

دوسرا رکوع: يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ۔۔۔ (النساء۔26)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اسلامی احکامات کی وضاحت، معاشرتی اور سماجی مسائل کے بارے میں اسلام کی ہدایات، سلف صالحین کا طریقہ زندگی (وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ)، اللہ کو تمہاری توبہ پسند ہے (واللہ یرید ان یتوب علیکم)، اللہ تمہارے لئے آسان احکامات چاہتا ہے (يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ)، انسان طبعاً عبادات کیلئے سست ہے (خلق الانسان ضعیفاً)۔ ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔ (لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ)، اسلام میں بزنس، تجارت اور مزدوری کی اہمیت۔ حلال و پاکیزہ کمائی کی شرائط، اپنے آپ کو اور دوسروں کو ہلاکت میں نہ ڈالو، کبیرہ گناہوں سے بچنے کی خصوصی تاکید، کبیرہ گناہ سے کونسے گناہ مراد ہیں، مرد اور عورت کا اجر برابر، عورت اپنی آمدن اور کمائی کی مکمل حقدار (وللنساء نصیب مما اکتسبن)۔

اس سورت کے آغاز سے یہاں تک جو ہدایات دی گئی ہیں، اور اس سے پہلے سورۃ بقرہ میں معاشرتی اور سماجی مسائل سے متعلق جو ہدایات دی جاچکی ہیں، ان سب کی طرف بحیثیت مجموعی اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ یہ معاشرت، اخلاق اور تمدن کے وہ اصول و قوانین ہیں جن پر قدیم ترین زمانہ سے ہر دور کے انبیاءؑ اور ان کے صالح پیروکار عمل کرتے چلے آئے ہیں، اور یہ اللہ کی عنایت و مہربانی ہے کہ وہ تم کو جاہلیت کی حالت سے نکال کر صالحین کے طریقہ زندگی کی طرف تمہاری رہنمائی کر رہا ہے۔

اللہ کو تمہاری توبہ پسند ہے

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا۔(النساء۔27)

اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے مگر جو لوگ خود اپنی خواہشات نفس کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے دور ہو جاؤ۔النساء۔27

Allah wants to accept your repentance

And Allah indeed wants to turn graciously towards you; but those who follow their lusts and desires would want you to deviate from the right path. (4:27)

عرب کے جاہل معاشرے میں اسلام نے معاشرتی اور خاندانی نظام کی اصلاح کیلئے کئی اصلاحات کیں۔ قدامت پرستوں کو یہ اصلاحات سخت ناگوار گذریں جو صدیوں سے جاری رسوم ورواج اور تعصبات کے خلاف کی جارہی تھیں۔ وراثت میں عورتوں کا حصہ، بیوہ عورت کا سسرال کی بندشوں سے رہائی پانا، بالغ عورت بالخصوص مطلقہ یا بیوہ کا عدت کے بعد اپنی مرضی سے نکاح کا اختیار ہونا، سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہونا، دو بہنوں کے ایک ساتھ نکاح میں جمع کیے جانے کو ناجائز قرار دینا۔ اسی طرح ایک جاہلانہ روایت یہ بھی تھی کہ لوگ حائضہ عورتوں کو نہ اپنے ساتھ کھلاتے تھے اور نہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ عورت کو مخصوص ایام میں بالکل ناپاک سمجھا جاتا تھا، نہ اس کا پکایا ہوا کھانا کھاتے، نہ اس کے ہاتھ کا پانی پیتے، نہ اس کے ساتھ اکھٹے بیٹھتے بلکہ اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھو جانے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے۔ عورتوں کو مخصوص ایام میں ایک لحاظ سے اچھوت سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح بعض دوسرے مذاہب میں بھی عورتوں کے مخصوص ایام میں ان کو نہ صرف ایک قابل نفرت چیز سمجھا جاتا تھا بلکہ ان سے ہر لحاظ سے معاشرتی بائیکاٹ کیا جاتا تھا۔ یہی رواج مدینہ کے انصار میں بھی چل پڑا تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ

تشریف لائے تو آپؐ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا جس کے جواب میں حیض سے متعلق احکام نازل ہوئے جو سورۃ بقرہ رکوع 28 میں گذر چکے ہیں جن میں اسلام نے سوائے جماع کے حائضہ عورتوں سے تمام معاشرتی تعلقات کو جائز قرار دیا۔البتہ عبادات کے حوالے سے عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ حیض کی حالت میں نماز، روزہ وغیرہ سے مستثنیٰ ہیں۔

جب اسلام کے ایسے عادلانہ احکامات نازل ہوئے تو جاہلانہ روایات کے علمبرداروں میں شور اور افراتفری مچ گئی۔وہ کہنے لگے کہ یہ شخص تو قسم کھا کر بیٹھا ہے کہ جو کچھ ہمارے ہاں حرام ہے اسے حلال کر کے رہے گا اور جس چیز کو ہم ناپاک کہتے ہیں اسے پاک قرار دے گا۔شرارت پسند لوگ ان باتوں کو لے کر نبی اکرم ﷺ اور آپ کی دعوت و اصلاحی کام کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے پھرتے تھے۔مثلاً جو شخص کسی ایسے نکاح سے پیدا ہوا تھا جسے اب اسلام نے ناجائز قرار دیا ہے اس کو یہ کہہ کر اشتعال دلایا جاتا تھا کہ لیجیے، آج جو نئے احکام آئے ہیں ان کی رو سے آپ کی ماں اور آپ کے باپ کا تعلق ناجائز ٹھیرا دیا گیا ہے۔اس طرح یہ نادان لوگ اس اصلاح کے کام میں رکاوٹیں ڈال رہے تھے جو اس وقت اسلامی احکامات کے تحت انجام دیا جا رہا تھا۔

اللہ تمہارے لئے آسان احکامات چاہتا ہے

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔ (النساء۔28)

اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

Allah wants to make things easy for you

And it is Allah’s Will to lighten your burdens, for humankind was created weak. (4:28)

دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟۔۔۔(النساء۔29)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضامندی سے۔۔۔

Unlawful transactions

O you who have believed, do not consume one another's wealth unjustly but only [in lawful] business by mutual consent. (4:29)

Mutual consent in financial transactions means that the exchange should be free from any pressure, fraud and deception.
The expression ‘unjustly’ embraces all transactions which are opposed to righteousness, and which are either legally or morally forbidden.

آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ کسی کا مال ناجائز طریقے سے کھانا حرام ہے، لیکن اگر رضامندی کے ساتھ جائز اور حلال طریقے سے مالی لین دین کر کے دوسرے کا مال حاصل کیا جائے تو وہ جائز ہے۔ اسلام میں دوسروں کا مال حاصل کرنے کے ان تمام ذرائع کی ممانعت ہے جو شرعاً، قانوناً اور اخلاقاً ناجائز ہوں۔

جس طرح باطل طریقے سے دوسرے کا مال کھانا جائز نہیں اسی طرح خود اپنا مال بھی باطل طریقے سے خرچ کرنا جائز نہیں۔ مثلاً اسراف اور گناہ کے کاموں پر خرچ کرنا وغیرہ۔ (بحوالہ تفسیر بحر محیط۔ ابن حیان)

اسلام میں بزنس اور محنت مزدوری کی اہمیت

کسب معاش کے ذرائع میں تجارت اور محنت سب سے افضل ہے۔ دوسرے کا مال حاصل کرنے کی جائز صورتوں میں سے اس آیت میں صرف تجارت کے ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسب معاش کے ذرائع میں سے تجارت اور محنت سب سے افضل اور اطیب ذریعہ معاش ہے۔

حدیث: حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسی کمائی حلال وطیب ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: انسان کے ہاتھ کی مزدوری اور ہر سچی خرید و فروخت (یعنی ایسا بزنس اور تجارت جس میں جھوٹ و فریب نہ ہو)۔

حدیث: حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچا تاجر جو امانت دار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

حدیث: حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: سچا تاجر قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوگا۔

پاکیزہ کمائی کی خاص شرائط

حدیث: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ پاک کمائی تاجروں کی کمائی ہے، بشرطیکہ وہ جب بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں، اور جب وعدہ کریں تو وعدہ خلافی نہ کریں اور جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کریں اور جب کوئی سامان خریدیں تو اس کو بلاوجہ ناقص اور خراب نہ کہیں اور جب اپنا سامان فروخت کریں تو (حقیقت کے خلاف) اس کی تعریف نہ کریں اور جب ان کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو اس کی ادائیگی میں تاخیر نہ کریں اور جب ان کا قرض کسی کے ذمہ ہو تو اس کو تنگ نہ کریں۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز تاجر لوگ فاجروں، گنہگاروں کی صف میں ہوں گے سوائے اس شخص کے جو اللہ سے ڈرے اور نیکی کا معاملہ کرے اور سچ بولے۔

اپنے آپ کو اور دوسروں کو ہلاکت میں نہ ڈالو

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ (النساء۔29)

اور اپنے آپ کو (اور دوسروں کو بھی) ہلاکت میں نہ ڈالو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

Don’t harm yourself or others

And do not kill ˹each other or˺ yourselves. Surely Allah is ever Merciful to you. (4:29)

سات ہلاکت میں ڈالنے والے گناہ

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: اجتنبو السبع الموبقات۔۔۔ سات تباہ کرنے والی چیزوں سے بچو:

1۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا

2۔ جادو کرنا

3۔ کسی انسانی جان کو ناحق قتل کرنا۔

4۔ سود کھانا۔

5۔ یتیم کا مال کھانا۔

6۔ جنگ کے دن بھاگ جانا

7۔ پاک دامن عورتوں پر الزام لگانا جو گناہ سے بے خبر ہوں۔ (البیہقی)

کبیرہ گناہوں سے بچنے کی خصوصی تاکید

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا۔ (النساء۔31)

اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع کیا گیا تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے۔

Avoiding Major Sins

If you avoid the major sins forbidden to you, We will remove from you, your ⌜lesser⌝ misdeeds and admit you into a place of honour. (4:31)

اس آیت سے پہلی آیات میں چند بڑے بڑے گناہوں کا ذکر اور ان میں مبتلا ہونے والوں پر شدید عذاب کا بیان ہے۔ قرآن کریم کا مخصوص اندازِ بیان یہ ہے کہ جب کسی جرم پر سزا سے ڈرایا جاتا ہے جسے ترہیب کہتے ہیں تو اس کے ساتھ ترغیب کا پہلو بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ جو شخص اس جرم سے باز آئے گا اس کے لئے یہ انعامات و درجات ہیں۔

اس آیت میں بھی ایک خاص انعامِ خداوندی کی ترغیب دی گئی ہے وہ یہ کہ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچ گئے تو تمہارے چھوٹے گناہوں کو ہم خود معاف کر دیں گے اور اس طرح تم ہر طرح کے بڑے چھوٹے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک وصاف ہو کر عزت و راحت کے اس مقام میں داخل ہو سکو گے جس کا نام جنت ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارا نامہ اعمال بڑے جرائم سے خالی ہو تو چھوٹی خطاؤں کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ البتہ اگر بڑے گناہوں کا ارتکاب کر کے آؤ گے تو پھر جو مقدمہ تم پر قائم کیا جائے گا اس میں چھوٹی خطائیں بھی گرفت میں آجائیں گی۔

کبیرہ گناہوں سے کیا مراد ہے؟

What are Major Sins?

گناہوں کے مفاسد، برے نتائج اور مضر ثمرات کے اعتبار سے ان کے درمیان فرق ضروری ہے۔ اس فرق کی وجہ سے کسی گناہ کو کبیرہ اور کسی کو صغیرہ کہا جاتا ہے۔ کبیرہ گناہ سے مراد ہر وہ گناہ جس پر قرآن و حدیث میں سخت وعید یا ممانعت آئی ہے یا ہر وہ

کام جس سے اللہ یا اس کے رسول ﷺ نے بطور تحریم منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں صغیرہ گناہوں پر اصرار و مداومت بھی صغیرہ گناہوں کو کبائر بنادیتی ہے۔

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بڑے گناہ اور چھوٹے گناہ میں اصولی فرق کیا ہے۔ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین چیزیں ہیں جو کسی فعل کو گناہ کبیرہ یا بڑا گناہ بناتی ہیں:

1۔ کسی کی حق تلفی: چاہے وہ اللہ کا حق ہو، والدین، بیوی، اولاد، دوسرے عام انسان یا خود اپنا نفس۔ پھر جس کا حق جتنا زیادہ ہے اسی قدر اس کے حق کو تلف کرنا زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اسی بنا پر گناہ کو ظلم، زیادتی یعنی حد سے گذرنا بھی کہا جاتا ہے۔

2۔ اللہ سے بے خوفی اور اس کے مقابلہ میں استکبار، جس کی بنا پر آدمی اللہ کے امر و نہی کی پروانہ کرے اور نافرمانی کے ارادے سے قصداً وہ کام کرے جس سے اللہ نے منع کیا ہے، اور عمداً ان کاموں کو نہ کرے جن کا اس نے حکم دیا ہے۔ یہ نافرمانی جس قدر زیادہ ڈھٹائی، بے خوفی کی کیفیت اپنی اندر لیے ہوئے ہو گی اسی قدر گناہ بھی شدید ہو گا اسی معنی کے لحاظ سے گناہ کے لیے فسق اور معصیت کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

3۔ روابط کو توڑنا اور تعلقات کو بگاڑنا جن کے وصل و استحکام اور درستگی پر انسانی زندگی کا امن منحصر ہے، خواہ یہ روابط بندے اور رب کے درمیان ہوں یا ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان۔ پھر جو رابطہ جتنا زیادہ اہم ہے اور جس کے کٹنے سے امن کو جتنا زیادہ نقصان پہنچتا ہے اسی قدر اس کو توڑنے اور کاٹنے اور خراب کرنے کا گناہ زیادہ بڑا ہے۔

اللہ ربّ العالمین، نیک اعمال کرنے پر گناہ معاف بھی فرماتے ہیں:

کچھ گناہ وضو سے معاف فرمادیتے ہیں۔

کچھ گناہ مسجد کی طرف چل کر آنے سے معاف فرمادیتے ہیں۔

کچھ گناہ نماز پڑھنے سے معاف کردیتے ہیں۔

کچھ گناہ جمعہ پڑھنے سے معاف فرمادیتے ہیں۔

رمضان میں صیام و قیام پچھلے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

حج اپنے ماقبل گناہوں کو معاف کروادیتا ہے۔

لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبۃ النصوح یعنی سچی توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ وہ گناہ جن میں دوسرے بندوں کی حق تلفی شامل ہو وہ بھی اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک بندے معاف نہ کریں۔

حدیث: صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے پھر اگر توبہ اور استغفار کر لیا تو یہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے اور اگر توبہ نہ کی تو یہ نقطہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ جیسا قرآن میں ہے: کلا بل ران علیٰ قلوبھم۔ یعنی ان کے دلوں پر زنگ لگا دیا گیا ان کے بد اعمال کی وجہ سے۔ (41:38)

کبیرہ گناہوں میں کون سے گناہ شامل ہیں؟

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں بھی جو سب سے بڑے ہیں (اکبر الکبائر) وہ تین ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔

2۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

3۔ جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ بولنا۔ (بخاری، مسلم)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

یتیم کا مال ناجائز طریق پر کھانا۔

سود کی آمدنی کھانا۔

میدان جنگ سے راہ فرار۔

پاکدامن عورتوں پر جھوٹے الزامات لگانا۔

بیت اللہ کی بے حرمتی کرنا۔

دوسری روایات حدیث میں:

جھوٹی قسم کھانا۔

بدکاری۔

اپنی ضرورت سے زائد پانی کو روک رکھنا اور دوسرے ضرورت مندوں کو نہ دینا۔

جادو سیکھنا۔

جادو کا عمل کرنا۔

شراب نوشی۔

بعض روایات حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا بھی کبیرہ گناہ ہے اور اس کے عذاب وسزا سے بے فکر و بے خوف ہو جانا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

حدیث: ایک حدیث میں ہے کہ چند آدمی جنت میں نہ جائیں گے شرابی، ماں باپ کا نافرمان، رشتہ داروں سے بلاوجہ قطع تعلق کرنے والا، احسان جتلانے والا جنات شیاطین یا دوسرے ذرائع سے غیب کی خبریں بتانے والا، دیوث، یعنی اپنے اہل وعیال کو بے حیائی سے نہ روکنے والا۔ (مسند احمد، نسائی)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خائب و خاسر ہوئے اور تباہ ہو گئے اور تین دفعہ اس کلمہ کو دہرایا حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ محروم القسمۃ اور تباہ و برباد کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا:

ایک وہ شخص جو تکبر کے ساتھ پاجامہ یا تہبند یا کرتہ اور عباء کو ٹخنے سے نیچے لٹکاتا ہے۔

دوسرے وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کر کے احسان جتلائے۔

تیسرے وہ آدمی جو بوڑھا ہونے کے باوجود بدکاری میں مبتلا ہو۔

چوتھے وہ آدمی جو بادشاہ یا بااختیار فرد ہونے کے باوجود جھوٹ بولے۔

پانچویں وہ آدمی جو عیال دار ہونے کے باوجود تکبر کرے۔

چھٹے وہ آدمی جو کسی امام کے ہاتھ پر محض دنیا کی خاطر بیعت کرے۔ (مسلم)

صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ چغلی کھانے والا جنت میں نہ جائے گا۔

حدیث: ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالیاں دے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے ہی ماں باپ کو گالی دینے لگے؟ فرمایا کہ ہاں! جو شخص کسی دوسرے شخص کے ماں باپ کو گالی دیتا دیتا ہے اس کے نتیجہ میں وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو یہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے خود اپنے ماں باپ کو گالیاں دی ہوں، کیونکہ یہی ان گالیوں کا سبب بنا ہے۔ (بخاری، مسلم)

مرد اور عورت اجر میں برابر

آیت کا دوسرا مطلب: مرد اور عورت اپنی کمائی اور آمدن کے مکمل حقدار

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ۔ (النساء۔31)

مرد اپنی آمدن اور کمائی کے حقدار، اسی طرح عورتیں اپنی آمدن اور کمائی کی مکمل حقدار ہیں۔

For men is a share of what they have earned, and for women is a share of what they have earned. (4:31)

تیسرا رکوع: اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ۔۔۔ (النساء۔34)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

حقوق الزوجین، عورت حقوق میں برابر مگر مرد کو قوام بنا گیا، فیملی لائف کے بارے میں ہدایات، مصالحت کی کوششیں اور اصلاح احوال، سول مقدمات میں آؤٹ آف کورٹ سیٹلمنٹ کا تصور، حقوق اللہ اور حقوق العباد، درس توحید، والدین کے حقوق، صلہ رحمی، یتیم و مساکین کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، عارضی پڑوسی، ہمنشیں کے حقوق، اللہ مغرور و متکبر شخص کو پسند نہیں کرتا (ان اللہ لایحب من کان مختالاً فخوراً)، بخل کی مزمت (بخل فی العلم، بخل فی المال)، ریاکاری کی مذمت، ایمان و انفاق ہمیشہ فائدہ مند ہی ہوتا ہے نہ کہ نقصان دہ، اللہ نہ کسی کی حق تلفی کرتا ہے نہ کسی پر ظلم (ان اللہ لایظلم مثقال ذرہ)، ابلاغ دعوت کی گواہی (شہادت علیٰ الدعوۃ)۔

عورت اور مرد برابر ہیں مگر مرد کو قوام بنایا گیا

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ (النساء۔34)

مرد عورتوں کے قوام (محافظ و منتظم) ہیں ان فضیلتوں کی بناپر جو اللہ نے بعض کو بعض پر دی ہیں۔ اور اس بنیاد پر کہ مرد معاشی کفالت کے ذمہ دار ہیں۔

Men are Caretakers of Women

Men are the protectors and maintainers of women, because Allah has made one of them to excel the other and tasked men to support women financially. (4:34)

A *qawwam* or *qayyim* is a person responsible for administering and supervising the affairs of either an individual or an organization, for protecting and safeguarding them and taking care of their needs.

اس سورت (سوۃ نساء) میں اب تک عورتوں کے حقوق کاذکر کیا گیا تھا۔ گذر چکے ہیں، اس میں ان کی حق تلفی کی ممانعت بھی مذکور ہوئی۔ اب اس کے بعد مــــردوں کے حقوق کاذکر ہورہاہے۔ اسلام نے عورتوں کو وہ تمام انسانی حقوق دیئے جو مردوں کو حاصل ہیں، اگر عورتوں کے ذمہ کچھ فرائض مقرر کئے گئے تو مردوں پر بھی عورتوں کے حقوق فرض کئے گئے۔ سورۃ بقرہ کی آیت میں ارشاد فرمایا: ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف۔(822:2) یعنی عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ایسے ہی واجب ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں۔ اس میں دونوں کے حقوق کی مماثلت کا حکم دے کر جاہلیت کی تمام ظالمانہ رسموں کا خاتمہ کر دیا۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ دونوں کے حقوق صورت کے اعتبار سے بھی متماثل ہوں، بلکہ عورت پر ایک قسم کے کام لازم ہیں تو اس کے مقابل مرد پر دوسری قسم کے کام ہیں اور یہ ایک فطری ضرورت ہے کیونکہ جو فطری امور عورت انجام دے سکتی ہے وہ مرد انجام نہیں دے سکتا اور جو کام مرد کر سکتا ہے وہ عورت نہیں کر سکتی۔ اس فرق کی وجہ ان خصوصیات وصفات کا مختلف ہوناہے جو اللہ نے مرد اور عورت کو مختلف عطا کی ہیں: بما فضل اللہ بعضهم علی بعض۔

اس کی مثال ایسے ہے جیسے انسان کے جسم میں دل اور جگر دواہم اعضاء ہیں۔ ایک کا کام دوسرے سے مختلف ہے یا زیادہ ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے کی اہمیت کم یا ختم ہو گئی۔ وہ دونوں ایک ہی جسم کا حصہ ہیں اور اس جسم کو زندہ رکھنے کی کوشش میں برابر کے شریک ہیں۔ دونوں کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا ان کی اہمیت کو کم نہیں کرتا۔

مردوں کی فطری خصوصیات کی بنیاد پر فیملی لائف میں ان کا کردار مثلاً معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ، خاندان کی حفاظت وسرپرستی جیسی ذمہ داریاں دی گئیں۔ باہمی حقوق میں اختلاف واقع ہونے کی صورت میں آپس کے تصفیہ کا طریقہ کار اور حقوق ادا کرنے والوں کی فضیلت کا ذکر بھی ان آیات میں کیا جارہاہے۔

قوام یا قیم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگہبانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔اس کا مطلب نگران یا کیئر ٹیکر کے بھی کیا جا سکتا ہے۔آیت میں مرد کی قوامیت بمعنی شرف اور کرامت اور عزت نہیں ہے بلکہ یہاں یہ لفظ اس معنی میں ہے کہ ان میں سے ایک صنف (یعنی مرد) کو اللہ نے طبعاً بعض ایسی خصوصیات اور قوتیں عطا کی ہیں جو دوسری صنف (یعنی عورت) کو نہیں دیں یا اس سے کم دی ہیں۔ اس بنا پر خاندانی نظام میں مرد ہی قوام ہونے کی اہلیت رکھتا ہے۔

اس آیت میں مرد کی قوامیت کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں: ایک مردانہ صلاحیت ہے جس میں مرد عورت سے خلقی طور پر ممتاز ہے۔دوسری وجہ معاشی ذمہ داری ہے جس کا مکلف شریعت نے مرد کو بنایا ہے اور عورت کو اسلام نے اس کی عفت و حیا اور اس کے تقدس و تحفظ کی خاطر اسے معاشی جدوجہد سے رخصت دی۔ہاں اگر وہ خود معاشی میدان میں آنا چاہتی ہے تو اس کی اجازت بھی موجود ہے۔

حقوق الزّوجین

فیملی لائف کے حوالے سے ہدایات

میاں بیوی مصالحت کی کوشش اور اصلاح کے اصول

اگر میاں بیوی دونوں ایک دوسرے سے نالاں ہوں تو کیا کیا جائے؟

اس صورتحال کا ایک حل اگلی آیت بتایا جا رہا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا۔ (النساء۔35)

اور اگر تمہیں کہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو اگر یہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان دونوں میں موافقت کر دے گا بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

What to do in marriage disputes?

If you anticipate a split between them, appoint a mediator from his family and another from hers. If they desire reconciliation, Allah will restore harmony between them. Surely Allah is All-Knowing, All-Aware. (4:35)

Whenever the relationship between a husband and a wife starts to break down, an attempt should first be made to resolve the dispute at the family level, before it is aggravated and leads to the disruption of the matrimonial tie. The procedure to be followed is that two persons, one on behalf of each family, should be nominated to look into the matter together and devise means whereby the misunderstanding between the spouses may be brought to an end.

اس آیت میں یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جہاں میاں اور بیوی میں ناموافقت ہو جائے وہاں نزاع سے انقطاع تک نوبت پہنچنے یا عدالت میں معاملہ جانے سے پہلے گھر میں ہی اصلاح کی کوشش کر لینی چاہیے۔ ہر جھگڑے میں صلح ہونے کا امکان رہتا ہے بشرطیکہ فریقین بھی صلح پسند ہوں اور مصلحین بھی چاہتے ہوں کہ فریقین میں کسی طرح صفائی ہو جائے۔

نکاح کے ذریعے دو اجنبی افراد ملتے ہیں اور پوری زندگی ایک ساتھ گزارنے کا عہد کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے درمیان مزاجی ہم آہنگی ہونا ضروری ہے۔

میاں بیوی میں مصالحت کی ایک تدبیر یہ بتائی جا رہی ہے کہ میاں اور بیوی میں سے ہر ایک کے خاندان کا ایک ایک آدمی اس غرض کے لیے مقرر کیا جائے کہ دونوں مل کر اسباب اختلاف کی تحقیق کریں اور پھر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور تصفیہ کی کوئی صورت نکالیں۔ اس آیت کے آخر میں ایک جملہ ارشاد فرمایا گیا: اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا۔ یعنی اگر یہ ثالث لوگ اصلاح احوال اور صلح و مصالحت کا ارادہ کرینگے اور اس کیلئے سنجیدہ کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اس نیک کام میں برکت عطا فرمائیں گے اور میاں بیوی میں اتفاق پیدا کر دیں گے۔

قرآن کریم کی اس تعلیم سے لوگوں کے باہمی تنازعات اور دیوانی مقدمات کا فیصلہ کرنے کے متعلق ایک نئے باب کا آغاز اور ان کے حل کیلئے ایک مفید اضافہ ہوا، جس کے ذریعہ عدالت و حکومت تک پہنچنے سے پہلے ہی بہت سے مقدمات اور جھگڑوں کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ دور جدید کی اصطلاح میں اس کو آوٹ آف کورٹ سیٹلمنٹ بھی کہتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان دو آیات میں انسان کی ازدواجی اور خاندانی زندگی کیلئے جامع اور حکمت پر مبنی ہدایات ارشاد فرمائی گئیں کہ اگر اس پر پورا عمل ہو جائے تو دنیا کے اکثر جھگڑے اور تنازعات آپس میں ہی مٹ جائیں، مرد اور عورتیں سب مطمئن ہو کر اپنی ازدواجی زندگی کو ایک جنت کی زندگی کی طرح محسوس کریں اور گھریلو جھگڑے کم سے کم ہوں۔ ان ہدایات کا ایک خلاصہ نیچے دیا جا رہا ہے:

1۔ گھر کا جھگڑا گھر ہی میں تدریجی تدبیروں کے ساتھ چکا دیا جائے۔

2۔ یہ صورت ممکن نہ رہے تو ثالث کے ذریعے ان میں مصالحت کرا دیں تاکہ گھر میں نہیں تو خاندان ہی کے اندر محدود رہ کر جھگڑا ختم ہو سکے۔

3۔ جب یہ بھی ممکن نہ رہے تو آخر میں معاملہ عدالت تک پہنچے، وہ دونوں کے حالات و معاملات کی تحقیق کر کے عادلانہ فیصلہ کرے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ۚ وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا۔ (النساء۔36)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور قریبی پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں (مثلاً خادم، ملازمین وغیرہ) سب کے ساتھ احسان کرو کہ خدا (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔

Rights of Allah and rights of people

Worship Allah ˹alone˺ and associate none with Him. And be kind to parents, relatives, orphans, the poor, near and distant neighbours, close friends, ˹needy˺ travellers, and those ˹bondspeople˺ in your possession. Surely Allah does not like whoever is arrogant, boastful— (4:36)

حقوق العباد میں سب سے پہلے والدین کے حقوق کا ذکر

حدیث: ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں لیکن جو شخص ماں باپ کی نافرمانی اور دل آزاری کرے اس کو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔(بیہقی)

صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے حقوق

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق اور عمر میں برکت ہو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے یعنی اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے۔(بخاری، مسلم)

حدیث: حضرت سلمان ابن عامرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ عام مسکینوں فقیروں کو دینے میں تو صرف صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اپنے ذی رحم رشتہ دار کو دیا جائے تو اس میں دو ثواب ہیں، ایک صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا یعنی رشتہ داری کے حقوق ادا کرنے کا۔(مسند احمد، نسائی، ترمذی)

یتیم اور مسکین کے حقوق

پڑوسیوں کے حقوق

پڑوسی مسلم ہوں یا غیر مسلم یا کسی اور مذہب کے ماننے والے، تمام پڑوسی کہلائیں گے۔ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کے دکھ سکھ میں شامل ہونا چاہیئے۔ جار الجنب قرابت دار پڑوسی کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ایسا پڑوسی جس سے قرابت داری نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ پڑوسی سے بہ حیثیت پڑوسی کے حسن وسلوک کیا جائے چاہے وہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو۔

Temporary neighbor

The people sitting next to you e.g. on the bus/train, in the office etc. are like your temporary neighbors so treat them nicely as well.

عارضی پڑوسی

آیت میں الصاحب بالجنب اور جار الجنب فرمایا گیا ہے۔ الصاحب بالجنب سے مراد رفیق سفر بھی ہے اور ہم نشین دوست بھی۔

بعض نے جار الجنب سے غیر مسلم پڑوسی مراد لیا ہے۔ اس کے علاوہ جار الجنب کا ایک مطلب عارضی یا وقتی پڑوسی

بھی کیا گیا ہے مثلاً کسی مجلس یا آفس میں ساتھ بیٹھنے والا، بس یا ٹرین میں ساتھ بیٹھنے والے مسافر۔اسی طرح ایسا شخص بھی جس سے کہیں کسی وقت آدمی کا ساتھ ہو جائے مثلاً آپ قطار میں کھڑے ہیں اور کوئی آپ کے ساتھ کھڑا ہے، کسی دکان پر آپ شاپنگ کر رہے ہوں اور کوئی دوسرا خریدار بھی آپ کے ارد گرد خریداری میں مصروف ہو یا سفر کے دوران میں کوئی شخص آپ کا ہم سفر ہو۔ان عارضی پڑوسیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔یہ **عارضی ہمائیگی** بھی ہر مہذب اور شریف معاشرے میں آدمی پر ایک حق عائد کرتی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حتی الامکان اس کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور اسے تکلیف دینے سے مجتنب رہے۔

غرور و تکبر اللہ کو پسند نہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا۔ (النساء۔36)

بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

Surely Allah does not like whoever is arrogant, boastful. (4:36)

حدیث: حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکے گا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو، حاضرین میں سے ایک آدمی نے سوال کیا، لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے کپڑے اچھے ہوں ان کے جوتے اچھے ہوں (تو کیا یہ بھی تکبر میں داخل ہے؟) آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل ہیں اور جمال کو پسند بھی فرماتے ہیں، تکبر نام ہے حق رد کرنے کا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنے کا۔

اس حدیث میں **کبر کی بطور خاص مذمت** سے یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور جن جن لوگوں سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔اس پر عمل وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دل کبر سے خالی ہو گا۔متکبر اور مغرور شخص صحیح معنوں میں نہ حق عبادت ادا کر سکتا ہے اور نہ اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کا اہتمام۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔آمین

بخل کی مذمّت

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ (النساء۔37)

اور ایسے لوگ اللہ کو پسند نہیں ہیں جو کنجوسی اور بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ہدایت کرتے ہیں اور اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو دیا ہے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے ایسے ناشکروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

Those who are stingy, promote stinginess among people, and withhold Allah's bounties. We have prepared for the ungrateful people a humiliating punishment.

آیت میں بخل کا لفظ آیا ہے، جس کا اطلاق عرف عام میں حقوق مالیہ کے اندر کوتاہی کرنے پر ہوتا ہے۔آیت کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بخل کا لفظ عام معنی میں استعمال کیا گیا ہے، جو بخل بالمال اور بخل بالعلم دونوں کو شامل ہے۔ بظاہر یہاں مال کا بخل بیان ہو رہا ہے اگرچہ علم کا بخل بھی اس میں داخل ہے۔

حدیث: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا دو عادتیں کسی مومن میں جمع نہیں ہوتیں، بخل اور بد اخلاقی۔

آیت میں پھر فرمایا گیا:

وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰـهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔

اور اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔

اللہ کے فضل کو چھپانا یہ ہے کہ آدمی اس طرح رہے گویا کہ اللہ نے اس پر فضل نہیں کیا ہے۔ مثلاً کسی کو اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اپنی حیثیت سے گر کر رہے۔ نہ اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، نہ بندگان خدا کی مدد کرے، نہ نیک کاموں میں حصہ لے۔ لوگ دیکھیں تو سمجھیں کہ بیچارہ بڑا ہی خستہ حال ہے۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی سخت ناشکری ہے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انّ اللہ اذا انعم نعمۃ علی عبد احبّ ان یظھر اثرھا علیہ۔

اللہ جب کسی بندے کو نعمت دیتا ہے تو وہ پسند کرتا ہے کہ اس نعمت کا اثر بندے پر ظاہر ہو۔ یعنی اس کے کھانے پینے، رہنے سہنے، لباس اور مسکن، ہر چیز سے اللہ کی دی ہوئی اس نعمت کا اظہار ہونا چاہئے۔

ریاکاری کی مذمت

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَـهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا۔ (النساء۔38)

اور وہ لوگ بھی اللہ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کیلیے خرچ کرتے ہیں اور در حقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ روز آخرت پر سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہوا اُسے بہت ہی بری رفاقت میسر آئی۔(النساء۔38)

Likewise, for those who spend their wealth to show off and do not (really) believe in Allah or the Last Day. And whoever takes Satan as an associate—what an evil associate they have! (4:38)

چوتھا رکوع:يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى۔۔۔ (النساء۔43)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اسلام کے تدریجی احکامات کی حکمت، آسان سے مشکل کی طرف حکم، بتدریج حرمت شراب، آداب مسجد اور مسائل تیمم، طہارت کی اہمیت، کتاب الٰہی میں تحریف، گفتگو اور الفاظ کا ہیر پھیر (یحرفون الکلم عن مواضعہ)، بعض اہل کتاب کی دنیا پرستی کا تذکرہ، گمراہی کے خریدار، سمع اطاعت کی ترغیب (سمعنا واطعنا)، اہل کتاب کو دعوت اسلام، شرک اکبر الکبائر، خود نمائی کی بیماری اور تزکیہ نفس، منہ پر تعریف کی ممانعت۔

بتدریج حرمت شراب اور پس منظر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ۔۔۔ (النساء۔43)

اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ تم سمجھو سکو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

Stages of Prohibition of intoxicants

O you who have faith! Do not approach prayer while intoxicated until you are aware of what you say, nor in a state of ˹full˺ impurity—unless you merely pass through ˹the mosque˺—until you have bathed.... (4:43)

Intoxicants were prohibited in the Quran in three stages: 2:219, 4:43, and finally 5:90-91.

آیت میں سکر یعنی نشہ کا لفظ ہے۔اس لیے یہ حکم صرف شراب کے لیے خاص نہ تھا بلکہ ہر نشہ آور چیز کے لیے عام تھا۔اور اب بھی اس کا حکم باقی ہے۔اگرچہ نشہ آور اشیاء کا استعمال بجائے خود حرام ہے، لیکن نشہ کی حالت میں نماز پڑھنا دوہرا عظیم تر گناہ ہے۔

اسی بنا پر نبی ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ جب کسی شخص پر نیند کا غلبہ ہو رہا ہو اور وہ نماز پڑھنے میں بار بار اونگھ جاتا ہو تو اسے نماز چھوڑ کر سو جانا چاہیے۔یعنی جب نماز پڑھے تو آدمی کو اتنا ہوش رہنا چاہیے کہ اسے معلوم ہو کہ وہ کیا چیز اپنی زبان سے ادا کر رہا ہے۔

آداب مسجد اور مسائل تیمم

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔ (النساء۔43)

اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے، یا تم نے عورتوں سے لمس کیا ہو، اور پھر (وضو یا غسل کیلئے) پانی نہ ملے تو پاک مٹی (یا ریت، پتھر) پر تیمم کر لو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر کے، بے شک اللہ نرمی سے کام لینے والا اور بخشش فرمانے والا ہے۔

Ruling regarding dry ablution

But if you are ill, on a journey, or have relieved yourselves, or been intimate with your wives and cannot find water, then purify yourselves with clean earth, wiping your faces and hands. And Allah is Ever-Pardoning, All-Forgiving. (4:43)

This ruling is called tayammum or dry ablution. If someone cannot find water or is unable to use it because of illness or cold weather, then they are allowed to touch clean earth, sand, stone etc. with the palms of their hands once then blow in their hands and wipe over their face and hands.

یعنی ناپاکی کی حالت میں نماز مت پڑھو۔کیونکہ نماز کے لئے طہارت ضروری ہے۔

صعیدا طیبا سے مراد پاک مٹی یا جنس زمین میں سے کوئی چیز مثلاً ریت، پتھر وغیرہ ہے۔

تیمم کیا ہے؟

تیمم کا لغوی معنی قصد اور ارادہ کرنا ہے۔ دین میں تیمم کا حکم اُس وقت ہے جب نماز اور دیگر امور کی بجاآوری کے لیے (کم از کم ایک میل کے اندر) پانی دستیاب نہ ہو یا بوجہ بیماری یا عذر پانی استعمال نہ کر سکتا ہو۔

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی مرتبہ ہاتھ پاک مٹی یا پاک پتھر یا چٹان پر مار کر کلائی تک دونوں ہاتھ ایک دوسرے پر پھیر لے۔ (کہنیوں تک ضروری نہیں) اور منہ پر بھی پھیر لے۔

حدیث: ضربۃ للوجہ والکفین۔ نبی اکرم ﷺ نے تیمم کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں ہتھیلیوں اور چہرے کے لیے ایک ایک دفعہ ہاتھ پھیرنا ہے۔ (مسند احمد)

ہر وہ پاک چیز جو زمین کی جنس (مٹی، پتھر، ریت، چٹان وغیرہ) میں سے ہو اس پر تیمم کرنا درست ہے خواہ اس پر گرد و غبار لگا ہوا ہو یا نہ ہو۔

تیمم کی سہولت کس کو حاصل ہے؟

بیمار جسے وضو کرنے سے نقصان یا بیماری میں اضافے کا اندیشہ ہو، مسافر کو اگر پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ پانی نہ ملنے کی صورت میں یہ اجازت مقیم کو بھی حاصل ہے۔ لیکن بیمار اور مسافر کو چونکہ اس قسم کی ضرورت عام طور پر پیش آتی تھی اس لیے بطور خاص ان کے لیے اجازت بیان کر دی گئی ہے۔

تیمم وضو اور غسل دونوں کا متبادل ہے۔ قضائے حاجت سے آنے والا اور بیوی سے مباشرت کرنے والا ان کو بھی پانی نہ ملنے یا سخت سردی میں مجبوری کی حالت میں تیمم کر کے نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس طرح مٹی یا پتھر پر ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لینے سے آخر طہارت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ آدمی میں طہارت کی حس اور نماز کا احترام قائم رکھنے کے لیے ایک اہم نفسیاتی تدبیر ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی خواہ کتنی ہی مدت تک پانی استعمال کرنے پر قادر نہ ہو، بہر حال اس کے اندر طہارت کا احساس برقرار رہے گا۔

حدیث: حضورﷺ نے فرمایا: جعلت تربتها لنا طهورا اذا لم نجد الماء۔ جب ہمیں پانی نہ ملے تو زمین کی مٹی ہمارے لیے پاکیزگی کا ذریعہ بنادی گئی ہے۔(صحیح مسلم۔کتاب المساجد)

فاقد الطہورین کیا کرے؟

اگر پانی اور تیمم دونوں پر قدرت نہ ہو جیسے عموماً ہوائی جہاز میں یا سخت برفانی علاقے میں صورتحال پیش آسکتی ہے تو ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ وقتی طور پر بغیر وضو کے نماز پڑھ لے اور پھر پانی پر قدرت پانے کے بعد وضو کر کے نماز کا اعادہ کر لے۔

گفتگو اور الفاظ کا ہیر پھیر: یحرفون الکلم عن مواضعہ۔(النساء۔46)

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ: اس کے تین مطلب ہیں ایک یہ کہ کتاب اللہ کے الفاظ میں ردوبدل کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنی تاویلات سے آیات کتاب کے معنی کچھ سے کچھ بنادیتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ لوگ محمدؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام کی صحبت میں آکر ان کی باتیں سنتے ہیں اور واپس جاکر لوگوں کے سامنے غلط طریقہ سے روایت کرتے ہیں۔ بات کچھ کہی جاتی ہے اور وہ اسے اپنی شرارت سے کچھ کا کچھ بنا کر لوگوں میں مشہور کرتے ہیں تاکہ انہیں بدنام کیا جائے اور ان کے متعلق غلط فہمیاں پھیلا کر لوگوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام کی طرف آنے سے روکا جائے۔

سمع و معصیت (سن کر بھی نافرمانی کرنا) کی روش

شرک اکبر الکبائر

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا۔ (النساء۔48)

اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اِس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھیرایا اُس نے تو بہت ہی بڑا بہتان باندھا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔

Most Severe Sin: *Shirk*

Indeed, Allah does not forgive associating others with Him ˹in worship˺ but forgives anything else of whoever He wills.

And whoever associates others with Allah has indeed committed a grave sin. (4:48)

حدیث: تین قسم کے اعمال نامے

حدیث بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ: الدواوین ثلاثۃ۔۔۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال نامے تین قسم کے ہوں گے:

1۔ایک وہ اعمال نامہ جس کو اللہ ہر گز معاف نہیں کرے گا۔اللہ کا فرمان ہے "بے شک اللہ اس کو ہر گز معاف نہ کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔

2۔دوسرے اعمال نامے میں وہ گناہ درج ہونگے جو بندوں نے آپس میں ایک دوسرے ساتھ زیادتی کی ہو گی اللہ اس کو ہر گز معاف نہ کرے گا یہاں تک کہ بندے ایک دوسرے سے اپنا حق وصول نہ کر لیں۔

3۔تیسرے اعمال نامے میں وہ گناہ ہو گا جس کا تعلق حقوق اللہ (اللہ اور بندوں سے) ہے، یہ اللہ کے حوالے ہے جسے چاہے گا، عذاب دے گا اور جسے چاہے گا معاف کر دے گا۔(مشکوٰۃ)

خود نمائی کی بیماری اور تزکیہ نفس

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَھُمْ۔ (النساء۔49۔50)

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی اور ستائش خود کرتے ہیں

Self-Praise and self-glorification

Have you ˹O Prophet˺ not seen those who ˹falsely˺ elevate their righteousness. (4:49)

اپنی مدح سرائی اور عیوب سے پاک ہونیکا دعویٰ جائز نہیں

آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض اہل کتاب اپنے آپ کو مقدس اور پارسا بتلاتے تھے، جس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ ذرا ان لوگوں کو دیکھو جو اپنی پاکی بیان کر رہے ہیں، ان پر تعجب کرنا چاہئے۔اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو اپنی یا دوسروں کی پاکی بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

اپنی مدح و تعریف تین وجوہات کی وجہ سے درست نہیں:

1۔اس کا سبب اکثر کبر ہوتا ہے، جو ایک بہت بڑا گناہ ہے۔

2۔خاتمہ بالخیر کا حال اللہ کو معلوم ہے کہ ایمان و تقوی پر ہو گا یا نہیں، اس لئے اپنے آپ کو مقدس بتلانا خلاف خوف الٰہی ہے۔ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ قیامت کے قریب ایسے فتنے آئیں گے کہ ایک آدمی صبح کو مومن ہو گا لیکن (پروپیگنڈے کا شکار ہو کر) شام کو کافر ہو جائے گا۔يبيع دينه بعرض من الدنيا۔۔جب تک کوئی بندہ زندہ ہے اس کے راہ راست سے ہٹنے کا اندیشہ رہتا ہے۔لہٰذا کسی کو دنیا میں ہی تقوٰی کا سرٹیفکیٹ دے دینا درست نہیں۔اس کا فیصلہ روز محشر کے دن ہو گا اور یہ معاملہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

3۔ممانعت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اکثر اوقات اس دعوے سے لوگوں کو یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ یہ آدمی اللہ کے ہاں اس لئے مقبول ہے کہ یہ تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہے، حالانکہ یہ جھوٹ ہے، کیونکہ انسان بہر حال انسان ہے۔بہت سے عیوب بندہ میں موجود ہوتے ہیں چاہے دنیا کی نظر میں وہ بہت نیک اور پارسا ہو۔

منہ پر تعریف و توصیف کی ممانعت

قرآن کریم کی اس آیت اور اس کے شان نزول کی روایات سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کی غیر ضروری مدح و توصیف بالخصوص اپنا یا دوسروں کا تزکیہ نفس کا دعویٰ کرنا، اپنے آپ کو پاک صاف بنا کر اور بڑھا چڑھا کر پیش کرنا صحیح نہیں۔تعریفوں کے پل باندھ دینا، شیخیاں بگھارنا اور اپنے منہ میاں مٹھو بننا ایک غیر اخلاقی عادت ہے۔انسان بہر حال انسان ہے اس کو خودنمائی اور خودستائش زیب نہیں دیتی۔بقول شاعر:

؎ اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

قرآن کریم کے دوسرے مقام پر فرمایا گیا: فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۔اپنے نفسوں کی پاکیزگی اور ستائش مت کرو اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے تم میں متقی کون ہے۔(سورہ النجم۔32)

پانچواں رکوع: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ۔۔۔ (النساء۔51)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

طاغوت سے اجتناب، جبت اور طاغوت سے کیا مراد ہے؟ حضور اکرمؐ سے حسد کرنے والوں کی مذمت، اللہ کے فضل کے مستحق کون لوگ، انبیاء کی تکذیب، ایمان اور اعمال صالح: لازم وملزوم، امانت اور عدل وانصاف، امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کرو(ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا)، سوشل جسٹس سسٹم کی بنیاد: انسانوں کے درمیان عدل وانصاف(واذا حکمتم بین الناس اب تحکمو بالعدل)۔اسلام میں اطاعت کی بنیاد تین چیزوں پر: اللہ، رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت(اطیعو اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم)، اولی الامر سے کون مراد ہے؟ حکومت وقت، امراء وحکام، آئمہ وعلماء، یا دونوں؟ ریاست اور عوام کے حقوق وفرائض۔ مسائل وتنازعات کی صورت میں قرآن وسنّت کی طرف رجوع(فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول)۔

طاغوت سے اجتناب

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا۔ (النساء۔51)

کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ دیا گیا ہے اور اُن کا حال یہ ہے کہ جِبت اور طاغوت کو مانتے ہیں اور منکرین(یعنی مشرکین مکہ) کے متعلق کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہی زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔

Have you ˹O Prophet˺ not seen those who were given a portion of the Scriptures yet believe in superstition and false objects and reassure the unbelievers (of Makah) that they are better guided than those who believe. (4:51)

جبت سے کیا مراد ہے؟

جِبت کے اصل معنی بے حقیقت، بے اصل اور بے فائدہ چیز کے ہیں۔اسلام کی زبان میں جادو، کہانت، فال گیری، ٹونے ٹوٹکے، شگون اور دوسری تمام وہمی وخیالی باتوں کو جبت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جسے ہم اردو زبان میں اوہام کہتے ہیں۔

حدیث: جبت کے معنی کے بارے میں ایک حدیث میں آتا ہے: ان العیافة والطرق والطیرة من الجبت۔ پرندے اڑا کر، خط کھینچ کر، بدفالی اور بدشگونی لینا جبت میں شامل ہے۔

یعنی یہ سب شیطانی کام ہیں اور اہل عرب میں یہ چیزیں عام تھیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جبت سے مراد سحر ہے۔اور طاغوت سے مراد شیطان ہے۔

طاغوت سے کیا مراد ہے؟

طاغوت کے ایک معنی شیطان بھی کئے گئے ہیں۔امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ طاغوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی عبادت اللہ کے سوا کی جائے۔

ایمان اور اعمال صالحہ:لازم وملزوم

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَـهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا۔ (النساء۔57)

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو مان لیا اور نیک عمل کیے اُن کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی،جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اُن کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور انہیں ہم گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔

As for those who have faith and do righteous deeds, We will admit them into Gardens under which rivers flow, to stay there for ever and ever. There they will have pure spouses; and We will place them under a vast shade.

اس آیت میں اہل ایمان کے لئے آخرت میں جو ابدی نعمتیں ہیں،ان کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔جَعَلَنا اللّٰہ مِنْھُمْ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ذکر کرکے واضح کردیا کہ ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے ایمان، عمل صالح کے بغیر ایسے ہی ہے جیسے پھول مگر خوشبو کے بغیر،درخت ہو لیکن بغیر ثمر۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خیر القرون کے مسلمانوں نے اس نکتے کو سمجھ لیا تھا۔چنانچہ ان کی زندگیاں ایمان کے پھل یعنی اعمال صالحہ سے مالامال تھیں۔لیکن بدقسمتی سے وہ دور گذر گیا اور اسلام صرف کتابوں میں رہ گیا۔بقول شاعر:

؎ مسلماں در گور و مسلمانی در کتب

یعنی مسلمان تو قبروں میں چلے گئے اور مسلمانی صرف کتابوں میں رہ گئی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص ایسے عمل کرتا ہے جو اعمال صالحہ کی لسٹ میں تو آتے ہیں مثلاً راست بازی،امانت ودیانت،ہمدردی و غم گساری اور دیگر اخلاقی خوبیاں لیکن کرنے والا اگر ایمان کی دولت سے محروم ہے یا اگر وہ صاحب ایمان تو ہے مگر وہ نیک اعمال

دنیاوی نمود و نمائش کیلئے کرتا ہے تو اس کے یہ اعمال، دنیا میں تو اس کی شہرت و نیک نامی کا ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں لیکن اللہ کی بارگاہ میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو گی کیونکہ ان کا سرچشمہ ایمان نہیں ہے یا ایمان تو ہے مگر ان اعمال کے اندر اخلاص نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں اچھے اعمال کو عنداللہ ثمر آور بناتی ہیں۔

امانت اور عدل و انصاف

امانتوں کو انکے اہل کے سپرد کرو،

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا۔ (النساء۔58)

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بیشک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

Indeed, Allah commands you to return trusts to their rightful owners; and when you judge between people, judge with fairness. What a noble commandment from Allah to you! Surely Allah is All-Hearing, All-Seeing. (4:58)

This verse was revealed right after Mecca had peacefully surrendered to the Muslims. 'Ali ibn Abi Talib, the Prophet's cousin and son-in-law took the Ka'ba's key by force from Othman ibn Talha, the non-Muslim keeper of the Ka'ba. The verse was revealed to the Prophet (PBUH) inside the Ka'ba with the order to give the key back to its rightful owner. He (PBUH) ordered Ali to return the key to the keeper Othman bin Talha. Othman was also promised that his family would keep the key forever. The keeper was so touched by the Quranic sense of justice that he decided to accept Islam.

احادیث میں ادائے امانت کی تاکید

خیانت نفاق کی علامت ہے

محفل یا میٹنگ کی بات بھی امانت ہے

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: المجالس بالامانۃ۔ یعنی محفل یا میٹنگ امانتداری کے ساتھ ہونی چاہئیں۔

مطلب یہ ہے کہ مجلس یا میٹنگ میں جو بات کہی جائے وہ اسی مجلس کی امانت ہے، ان کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا اور پھیلانا جائز نہیں۔ آن لائن سوشل گروپس یا آن لائن میٹنگ کی گفتگو بھی شامل ہے۔

مشورہ بھی امانت ہے

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: المستشار مؤ تمن۔ یعنی جس شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔

آیت مذکورہ میں ان تمام امانتوں کا حق ادا کرنے کی تاکید ہے۔

امانت، دیانت سے عاری شخص کا کوئی دین ایمان نہیں ہوتا

حدیث: لا ایمان لمن لا امانتہ لہ ولا دین لمن لا عھد لہ۔۔۔

جس شخص کے اندر امانتداری نہیں اس کے اندر ایمانداری نہیں اور جس شخص کے اندر عہد و حلف کی پاسداری نہیں اس کے اندر کوئی دینداری نہیں۔

اللہ، رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ (النساء۔59)

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہؐ کی اور تم میں سے اولی الامر (اختیار والوں کی)۔ پھر اگر کسی چیز پر اختلاف کرو تو رجوع کرو اللہ تعالیٰ کی طرف (یعنی قرآن کی طرف) اور رسولؐ کی طرف (یعنی احادیث و سنت رسولؐ کی طرف)، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

O People of Faith! Obey Allah and obey the Messenger and those in authority among you. Should you disagree on anything, then refer it to Allah and His Messenger, if you ˹truly˺ believe in Allah and the Last Day. This is the best and fairest resolution. (4:59)

This verse is the foundation of Islamic faith. It contains basic instruction regarding Islamic practices. A Muslim shows obedience to Allah and his Prophet and also shows obedience to those who are in authority among them.

یہ آیت اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔اس آیت سے اخذ ہونے والے اہم نکات یہ ہیں:

1۔اسلام کے تصور دین میں اطاعت کی بنیاد اللہ تعالی کی ذات ہے۔ایک مسلمان کیلئے اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری ضروری ہے۔رسول کی اطاعت بھی دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔باقی اطاعتیں اس کے بعد ہیں۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ خالق کی نافرمانی کرکے مخلوق کی اطاعت نہ کرو۔

2۔اسلامی نظام کی دوسری بنیاد رسول کی اطاعت ہے۔اسی مضمون کو یہ حدیث واضح کرتی ہے:

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصی اللہ۔ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

3۔مذکورہ بالا دونوں اطاعتوں کے بعد اور ان کے ماتحت تیسری اطاعت جس کا نام اولی الامر کی اطاعت ہے۔اولی الامر کے مفہوم میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو اجتماعی معاملات کے سربراہ کار ہوں،خواہ وہ آئمہ و علماء ہوں یا ملکی انتظام کرنے والے حکام یا عدالتی فیصلے کرنے والے جج غرض جو جس حیثیت سے بھی مسلمانوں کا صاحب امر ہے وہ اطاعت کا مستحق ہے،اور اس سے انحراف کرکے اجتماعی زندگی میں خلل ڈالنا درست نہیں ہے۔

مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے اولی الامر کی بات سنے اور مانے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند،تاوقتیکہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔اس حوالے سے اطاعت کی شرائط و آداب اور حدود و قیود مختلف ہیں جن کا انحصار مقامی اور معاشرتی حالات،ملکی قوانین پر بھی ہے۔

اولی الامر سے کون مراد ہے؟

اولی الامر لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے، جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام وانتظام ہو۔اس کے بارے میں مفسرین کی دو آراء ہیں:

1۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ، مجاہدؒ اور حسن بصریؒ نے اولی الامر کے مصداق علماء وفقہاء کو قرار دیا ہے کہ وہ حضور اکرمؐ کے نائب ہیں اور دین کا نظام وانتظام ان کے ہاتھ میں ہے۔

2۔بعض صحابہ کرام جن میں حضرت ابوہریرہؓ بھی شامل ہیں، فرمایا کہ :اولی الامر سے مراد حکام اور امراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے۔

اولی الامر یا علماء فقہاء کی اطاعت مشروط ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: لا طاعۃ لمخلوق فی معصیتہ الخالق۔ اللہ کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت درست نہیں۔ سنو فرمانبرداری صرف معروف میں ہے۔

یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ ایک مسلمان کیلئے چاہے وہ جس ملک میں بھی رہائش پذیر ہو مقامی اور ملکی قوانین کا احترام ضروری ہے اور کسی قانون یا اصول کو توڑنا درست نہیں۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی اصلاح کیلئے پر امن کوششیں اور اسلام کا پیغام دعوت ومحبت کا پرچار بھی کرتے رہنا چاہئے۔

چھٹا رکوع: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا۔۔۔(النساء۔60)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

طاغوت سے اجتناب، قرآن وسنّت سے اعراض کرنے والے، مصالحت اور صلح میں دھوکہ بازی، منافقین سے چشم پوشی اور نصیحانہ رویہ اور قول بلیغ کی تاکید، محبت واطاعت رسول کا اجر: جنت میں رفاقت رسولؐ، رفاقت رسولؐ میں معاون اعمال، رسول اللہ کی رفاقت کسی رنگ، نسل پر موقوف نہیں، نیک لوگوں کا ساتھ اور صحبت اللہ کا فضل ہے(ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین۔۔)

مصالحت میں دھوکہ بازی

فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا۔ (النساء۔62)

پھر اس وقت کیا ہوتا ہے جب اِن کے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی مصیبت ان پر آپڑتی ہے؟ اُس وقت یہ تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم تو صرف بھلائی چاہتے تھے اور ہماری نیت تو یہ تھی کہ فریقین میں کسی طرح موافقت ہو جائے۔

Pretending reconciliation

But what happens when some misfortune visits them because of their own misdeeds, then they come to you swearing by Allah, saying: We intended nothing but goodwill and reconciliation. (4:62)

منافقین سے چشم پوشی، نصیحانہ رویہ اور قول بلیغ کی تاکید

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِىْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا۔ (النساء۔63)

اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ بس آپ ان سے چشم پوشی کیجئے، انہیں نصیحت کرتے رہئے اور انہیں ایسا وعظ کیجئے جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔

˹Only˺ Allah knows what is in their hearts. So,leave them alone, (do not punish them) but admonish them, and address them in effective words that will shake their hearts and souls. (4:63)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ ہم نے ان کے دلوں کے تمام بھیدوں سے واقف ہیں (جس پر ہم ان کا مواخذہ کریں گے) لیکن اے پیغمبر! آپ ان کے ظاہر کو سامنے رکھتے ہوئے درگزر ہی فرمایئے۔ ان منافقین کو آپ خیر خواہانہ نصیحت فرمادیں جو ان کے دلوں پر اثر انداز ہو۔ یعنی آخرت کا خوف دلا کر ان کو مخلصانہ اسلام کی طرف دعوت دیں اور نصیحت اور قول بلیغ کے ذریعے سے ان کے اندر کی کوشش اصلاح کی کوشش جاری رکھئے!

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنان اسلام کی سازشوں، گستاخانہ رویوں، جاہلانہ عادات اور غیر اخلاقی حرکات کو چشم پوشی، عفو ودر گزر، وعظ، نصیحت اور قول حسن کے ذریعے سے ہی ناکام بنانے کی سعی کی جانی چاہئے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

ادفع بالتی ھی احسن۔ یعنی برائی کو اچھائی سے مٹاؤ۔

اطاعت رسول ﷺ ہی ضامن نجات ہے

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (النساء۔65)

سو تیرے رب کی قسم ہے یہ کبھی مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کریں۔

By your Lord, they will not be true believers until they let you decide between them in all matters of dispute and find no resistance in their souls to your decisions, accepting them and submit wholeheartedly. (4:65)

This principle was explained by the Prophet (PBUH) in a Hadith: None of you can become a believer until his desires become subservient to what I have brought (my teachings).

آیت کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی کسی بات (حدیث) سے اختلاف ایمان کے منافی ہے۔ یہ آیت منکرین حدیث کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لایومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس طریقہ کی تابع نہ ہو جائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔

محبت واطاعت رسول ؐ کا اجر: جنّت میں رفاقت رسول ؐ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (النساء۔69)

جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ یہ بہترین رفیق ہیں۔

And whoever obeys Allah, and the Messenger will be in the company of those blessed by Allah: the Prophets, the people of truth, the witnesses who testify *(Shuhada)*, and the righteous—what honourable company! (4:69)

رفاقت رسولؐ میں معاون اعمال

اس آیت میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا صلہ بتلایا جا رہا ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: المرء مع من احب۔ آدمی ان کے ساتھ ہو گا جن سے اس کو محبت ہو گی۔

حدیث: بعض صحابہ کرام نے بطور خاص نبی اکرمؐ سے جنت میں رفاقت کی درخواست کی: اسالک مرافقتک فی الجنۃ۔ میں جنت میں آپؐ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ جس پر نبی اکرمؐ نے انہیں کثرت سے نفلی نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی: فأعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔ پس تم کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو۔

حدیث: ایک اور حدیث ہے: التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء۔ راست باز، امانت دار، تاجر انبیاء، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہو گا۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کسی رنگ نسل پر موقوف نہیں

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک کالا حبشی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا جو پوچھنا ہو پوچھو؟ اس نے پوچھا: یارسول اللہؐ! آپ کو صورت میں رنگ میں نبوت میں اللہ عزوجل نے ہم پر فضیلت دے رکھی ہے۔ اگر میں بھی اس چیز پر ایمان لاؤں جس پر آپ ایمان لائے ہیں اور ان احکام کو بجالاؤں جنہیں آپ بجالا رہے ہیں تو کیا جنت میں آپ کا ساتھ ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں ضرور (تم اپنی کالی رنگت اور بدصورتی سے نہ گھبراؤ)۔۔۔ (رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر بحوالہ ابن کثیر)

اسی حبشی کے سوال وجواب ہی پر سورۃ دہر کی یہ آیت نازل ہوئی: هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیأً مذکوراً۔ حبشی نے حیرت سے سوال کیا یا رسول اللہ میری آنکھیں بھی ان نعمتوں کو دیکھیں گی جن کو آپ کی مبارک آنکھیں مشاہدہ کریں؟ آپ ؐنے فرمایا: ہاں ضرور۔۔۔۔

دعا: یااللہ تو ہمارے دل بھی اپنے پیارے حبیب نبی اکرم ﷺ کی محبت سے بھر دے اور ہمارا حشر بھی انہی کے ساتھ کر دے۔ آمین

نیک لوگوں کی رفاقت اللہ کا فضل ہے

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا۔ (النساء۔70)

یہ اللہ کی طرف سے فضل و کرم ہے اور حقیقت جاننے کے لیے بس اللہ ہی کا علم کافی ہے (یعنی اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کے فضل و کرم کا حقدار ہے)۔

This is Allah's bounty, and Allah fully knows ˹who deserves it˺. (4:70)

ساتواں رکوع: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ۔۔۔ (النساء۔71)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس رکوع میں اسلام دشمن عناصر سے چوکنا اور ہوشیار رہنے کی ہدایت، متحد اور طاقتور ہو کر زندہ رہو، اپنا دفاع مضبوط کرو، مدافعانہ صلاحیتیں پیدا کرو، منافقین کی مفاد پرستی، مظلوم کی فریاد، ظلم اور کھٹن کے ماحول میں نجات کی دعا، دعا بندہ مومن کا ہتھیار۔ مظلوم کی دادرسی۔

طاقتور اور متحد ہو کر زندہ رہو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ۔۔۔ (النساء۔71)

اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان مکمل رکھو۔۔۔

O You who have faith! Take your precautions…(4:71)

یعنی اپنا دفاع مضبوط رکھو۔اپنی حفاظتی تدابیر اور بچاؤ اختیار کرو۔ایک حدیث مبارکہ کے اندر آپ ﷺ نے فرمایا: لا تتمنو لقاء العدو، فاذا لقیتم فاصبرو۔کہ جنگ کی آرزو نہ کرو لیکن اگر جنگ مسلط کردی جائے تو ثابت قدمی دکھاؤ۔

منافقین کی مفاد پرستی

Opportunist People

ظلم اور گھٹن کے ماحول سے نجات کی دعا

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا۔ (النساء۔74)

اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کردے۔

Dua for Rescue

Our Lord! Rescue us from this town whose people are oppressors! By Your grace, give us a protector and give us a helper! (4:75)

This refers to those persecuted men, women and children of Makkah and other areas who had embraced Islam but were able neither to emigrate nor to protect themselves from the oppression. This oppression was happening just because of their faith. These helpless people suffered many forms of persecution and prayed for rescue against oppression. This Dua or prayer is open and anyone who face oppression can recite this Dua to attract Allah’s mercy.

اشارہ ہے ان مظلوم بچوں، عورتوں اور مردوں کی طرف جو مکہ میں اور عرب کے دوسرے قبائل میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر نہ ہجرت پر قادر تھے اور نہ اپنے آپ کو ظلم سے بچا سکتے تھے یہ غریب طرح طرح سے تختہ مشق ستم بنائے جارہے تھے۔ ظالموں کی بستی سے یہاں مراد مکہ ہے۔ہجرت کے بعد وہاں باقی رہ جانے والے مسلمان خاص طور پر بوڑھے مرد، عورتیں اور بچے قریش مکہ کے ظلم ستم سے تنگ آکر اللہ کی بارگاہ میں مدد کی دعا کرتے تھے۔ یہ دعا عام ہے اور کوئی بھی مجبور ولاچار شخص

مصیبت اور پریشانی بالخصوص گھٹن کے ماحول میں اس دعا کا ورد کر سکتا ہے۔آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نامساعد حالات اور مصائب میں دعا ایک بہترین علاج ہے۔

دعا بندہ مومن کا ہتھیار

حدیث: الدعاء سلاح المؤمن ، وعماد الدين ، ونور السماوات والأرض۔ دعا ایک بندہ مومن کا ہتھیار ہے،دین کا ستون ہے اور آسمان وزمین کا نور ہے۔(صحیح حدیث)

اس آیت سے ایک اہم ہدایت بھی معلوم ہوتی ہے کہ مظلوم کی فریاد کی دادرسی کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔ایک حدیث کے مطابق مظلوم کی دعا اور عرش کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا۔

حدیث: حضرت براء بن عازب روایت فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ نے سات باتوں کا حکم دیا:

1۔جنازہ کے ساتھ چلنا۔

2۔مریض کی عیادت کرنا۔

3۔دعوت کو قبول کرنا۔

4۔مظلوم کی مدد کرنا۔

5۔قسم،عہد یا حلف پورا کرنے میں دوسرے کی مدد کرنا۔

6۔سلام کا جواب دینا۔

7۔چھینک کا جواب دینا یعنی یرحمک اللہ کہنا۔(بخاری)

آٹھواں رکوع:اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ۔۔۔(النساء۔77)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

مکی دور جیسے مشکل حالات میں ہدایات،موت مضبوط قلعوں میں بھی آسکتی ہے،ہماری بعض پریشانیاں خود ساختہ ہیں(ماا صابک من سئیۃ فمن نفسک)،دنیاوی آزمائشوں اور مشکلات کے پیچھے حکمتیں،سنّت کی آئینی حیثیت، رسول کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت (من یطع الرّسول فقد اطاع اللہ)۔اعراض اور توکل،پر مذہبی رہنما کیلئے ہدایت (فاعرض عنھم وتوکل علی اللہ)،قرآن میں تدبر کرو(افلا یتدبرون القرآن)،حسن معاشرت کا ایک اصول،

افواہوں اور پروپیگنڈوں پر کان نہ دھرو، کوئی خبر ملے تو پہلے تحقیق کر لیا کرو، اللہ کا فضل، بھلائی کی سفارش، سفارش پر معاوضہ رشوت ہے، سلام کے فضائل و آداب (واذا حییتم بتحیۃ فحیّو باحسن منھا اور دّوھا)۔ یوم حشر کی حاضری سب کیلئے۔

مکی دور جیسے حالات میں ہدایات

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰ تُوا الزَّكٰوةَ۔۔۔ (النساء۔77)

تم نے اُن لوگوں کو بھی دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔۔۔

Have you ˹O Prophet˺ not seen those who had been told, "Hold back their hands (from fighting) Rather, establish prayer and pay Zakat?

مکے میں مسلمان چونکہ تعداد اور وسائل کے اعتبار سے لڑنے کے قابل نہیں تھے اس لئے مسلمانوں کی خواہش کے باوجود انہیں قتال سے روکا گیا اور انہیں صبر و ضبط کا درس دیتے ہوئے دو باتوں کی تاکید کی جاتی رہی:

1۔ایک یہ کہ دشمنان اسلام کے ظالمانہ رویے کو صبر اور حوصلے سے برداشت کریں اور عفوو درگزر سے کام لیں۔

2۔دوسرے یہ کہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے رہیں مثلاً نماز، زکوۃ اور دیگر عبادات پر عمل کا اہتمام کرتے رہیں تاکہ اللہ تعالی سے ربط و تعلق مضبوط بنیادوں پر استوار ہو جائے۔

یہ ہدایات عام ہیں اور مسلمان جہاں بھی اقلیت میں ہوں ان کو ان ہدایات کو سامنے رکھنا چاہئے۔ بعض مفسرین نے اس آیت سے یہ بھی مراد لیا ہے کہ اصلاح معاشرہ سے پہلے اصلاح نفس مقدم ہے بالخصوص مکی دور جیسے حالات میں یا جہاں بھی مسلمان اقلیت میں ہوں اور اعلانیہ دعوت دین سے بحیثیت کمیونٹی نقصان ہوتا ہو، ایسی ہر جگہ پر ان کو اصلاح معاشرہ سے پہلے اصلاح نفس پر توجہ دینی چاہئے۔اسی حکمت کے پیش نظر مکہ کے ابتدائی دور میں بامر الٰہی اعلانیہ دین کی جدوجہد سے روکا گیا جس کا ذکر اس آیت کے اندر بھی ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰ تُوا الزَّكٰوةَ۔۔ تم نے اُن لوگوں کو بھی دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو (یعنی صبر کرتے رہو) اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔۔(النساء۔77)۔اس نقطہ نظر کے حامی مفسرین اپنی دلیل میں اسی آیت کے حکم: اقیموا الصلوۃ واتوالزکوۃ۔۔۔ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالی نے پہلا حکم نماز اور زکوۃ کا دیا جو اصلاح نفس کا پہلا قدم ہے، اس حکم کے بعد

معاشرتی اصلاح اور جدوجہد کے احکامات دیئے گئے جو اصلاح معاشرہ کا سبب ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہئے، چنانچہ درجہ کے اعتبار سے بھی مشکل حالات میں قسم اول کا حکم فرض عین ہے اور ثانی کا فرض کفایہ ہے جس سے اصلاح نفس کی اہمیت اور اس کا مقدم ہونا ظاہر ہے۔البتہ جس جگہ یا ملک میں مکی دور جیسے حالات یا مشکلات نہیں ہیں اور مسلمانوں کیلئے کوئی معاشرتی مشکلات، قانونی رکاوٹیں یا پریشانیاں نہیں ہیں وہاں ایک مسلمان پر اصلاح نفس اور اصلاح معاشرہ دونوں فرض عین ہیں۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۚ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۔ (النساء۔77)

(اے نبیؐ) کہہ دیجیے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور جو متقی و پرہیزگار ہے اس کے لئے آخرت بہت بہتر ہے اور تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

Say, ˹O Prophet˺: The enjoyment of this world is so little, whereas the Hereafter is far better for those mindful ˹of Allah˺. And none of you will be wronged ˹even by the width of˺ the thread of a date stone.

موت مضبوط قلعوں میں بھی آسکتی ہے

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۗ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۔ (النساء۔78)

(اے موت سے ڈرنے والو!) تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آپکڑے گی، گو تم مضبوط قلعوں میں ہو۔اور جب انہیں بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جب کوئی برائی اور تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے ہے۔کہہ دیجیے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھتے ہی نہیں ہیں۔

Wherever you may be, death will overcome you—even if you were in fortified towers. When something good befalls them, they say: This is from Allah, but when something evil befalls them, they say: This is from you. Say, ˹O Prophet˺ Both have been destined by Allah. So, what is the matter

with these people? They can hardly comprehend anything! (4:78)

This Verse explains that death is inevitable.

The last part of the verse explains the behaviour of hypocrites. When such people encounter success, they forget that this grace came to them through the blessing of the Prophet (PBUH). When they face setbacks because of their own faults and weaknesses they place the blame on the Prophet.

حدیث:عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ : أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي ، فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ ، أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ : إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ،وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ۔(بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا: "دنیا میں اس طرح رہو، جیسے تو مسافر یا راستہ چلنے والا ہو۔" عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو اور صبح کے وقت شام کے منتظر نہ رہو۔ اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو۔(بخاری)

ہماری بعض پریشانیاں خود ساختہ ہیں

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ (النساء۔79)

اے انسان! تجھے جو بھلائی بھی حاصل ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے اور جو مصیبت تجھ پر آتی ہے وہ تیرے اپنے کسب و عمل کی بدولت ہے(یعنی اسے اپنی خرابیِ نفس کی طرف منسوب کر)۔ اے محمدؐ! ہم نے تم کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر خدا کی گواہی کافی ہے۔

Whatever good befalls you is from Allah and whatever evil befalls you is from yourself. We have sent you ˹O Prophet˺

as a messenger to ˹all˺ people. And Allah is sufficient as a Witness. (4:79)

دنیاوی جزاوسزاء کے پیچھے حکمتیں

یہ مصیبت کسی گناہ کی سزا یا کسی آزمائش کا نتیجہ بھی ہوسکتی ہے۔بہت ساری مصیبتیں انسان کے شامت اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک۔۔ یہاں سیئۃ سے مراد مصیبت ہے اس لئے فرمایا یہ تمہارے نفس سے ہے یعنی تمہاری غلطیوں، کوتاہیوں اور گناہوں کا نتیجہ ہے۔جس طرح فرمایا:وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر۔ تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے،وہ تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور بہت سارے گناہ تو اللہ معاف ہی فرمادیتا ہے۔

یہ مصیبت اور پریشانیاں اللہ کے نیک بندوں پر بھی آتی ہیں۔حدیث میں آتا ہے کہ:اشد البلاء الانبیاء ثم الامثل۔۔۔سب سے زیادہ مشکل حالات اور پریشانیاں انبیاءؑ پر آئیں۔ان کے بعد جو بھی نیک ہوتا ہے اس پر مصائب اور مشکلات آتی ہیں۔ایک بندہ مومن کیلئے دنیا کے مصائب و تکالیف اس کے گناہوں کا کفارہ بن کر اخروی نجات کا سبب بن جاتی ہیں۔

حدیث: حدیث مبارکہ کے اندر آتا ہے ایک بندہ مومن کو کوئی مصیبت پریشانی پہنچتی ہے تو اس کے نتیجے میں اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔یہاں تک کہ جب وہ دنیا سے جاتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں ایک گناہ بھی نہیں ہوتا۔

ہر صاحب ایمان کو آزمائش کیلئے تیار رہنا چاہئے۔راہ حق میں مشکلات آسکتی ہیں:وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۔ اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کرکے تمہاری آزمائش کریں گے۔اور (ان آزماشوں میں) صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔(البقرہ۔155)

اس کے بعد آیت کے اندر فرمایا گیا:

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا:اے محمدؐ!ہم نے تم کو تمام انسانیت کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

آپ ﷺ کی رسالت تمام عالم اور تمام انسانیت کیلئے عام ہے۔یہ آیت ایک لحاظ سے ختم نبوت کی بھی دلیل ہے۔
وارسلنک للناس رسولاًاس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرمؐ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے،آپؐ محض عربوں کے

لئے ہی رسول نہیں تھے، بلکہ آپ کی رسالت پورے عالم کے انسانوں کے لئے عام ہے۔خواہ اس وقت موجود ہوں یا آئندہ تاقیامت پیدا ہوں۔(تفسیر مظہری)

رسولؐ کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ (النساء۔80)

جو رسول کی اطاعت کرے گا اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو منہ موڑلے گا تو ہم نے آپ کو ان کا محافظ بنا کر نہیں بھیجا (یعنی آپ ان کے اعمال کے ذمہ دار نہیں)۔

Whoever obeys the Messenger has truly obeyed Allah. But whoever turns away, then ˹know that˺ We have not sent you ˹O Prophet˺ as a keeper over them. (4:80)

The task entrusted to the Prophet (PBUH) was to deliver the Divine directives to mankind. The Prophet performed his duty very well. It was not his duty to compel people to follow the right way, so that if they failed to follow the Islamic teachings, the responsibility was entirely theirs. Such people are responsible for their own conduct. The Prophet (PBUH) would not be questioned as to why they disobeyed.۔

اعراض اور توکل

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔ (النساء۔81)

آپ ان سے اعراض (یعنی چشم پوشی) کریں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔اور اللہ اس ذمہ داری کے لئے کافی ہے۔

So, leave them alone and put your trust in Allah. And Allah is sufficient as a Guardian. (4:81)

رسول اللہ ﷺ کے دور میں کچھ لوگ (منافقین مدینہ) دورخی پالیسی رکھتے تھے، زبان سے کچھ کہتے ہیں دل میں کچھ ہوتا ہے۔یہ لوگ آپؐ کی مجلس میں جو باتیں ظاہر کرتے ہیں، اپنی نجی مجلسوں میں ان کے برعکس باتیں کرتے اور سازشوں کے جال بنتے

تھے۔اس سے حضورِ اکرم ﷺ کو سخت کوفت ہوتی۔ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اس آیت میں ایک خاص ہدایت دی گئی ہے۔ آپ ﷺ! ان سے اعــراض کریں یعنی چشم پوشی سے کام لیں اور اللــہ پر توکل کریں۔ان کی باتیں اور سازشیں آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی کیونکہ آپ کا ولی اور کارساز اللہ ہے۔

ہر مذہبی رہنمــاء کیلئے ہدایــت

اس آیت میں دی گئی ہدایت ہر دینی پیشوا، ہر امام، ہر داعی الی اللہ اور ہر مربّی کیلئے بھی ہے۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص لوگوں کا پیشوا اور رہنما ہو، اسے طرح طرح کی دشواریوں سے گذرنا پڑتا ہے، لوگ طرح طرح کے الٹے سیدھے سوالات اور الزامات اس کے سر ڈالیں گے۔دوستی کے روپ میں دشمن بھی ہوں گے، ان سب چیزوں کے باوجود اس رہنما کو عــزم و استقلال کے ساتھ اللہ کے بھروسہ پر اپنے کام سے لگن رکھنی چاہیئے، اگر اس کی نیت، کوشش اور نصــب العــین صحیح ہوگا تو انشاءاللہ وہ ضرور کامیاب ہوگا۔اور اس اخــلاص کی بنیاد پر اللہ کے ہاں تو اجر ہے ہی، چاہے دنیاوی کامیابی یا عزت ملے یا نہ ملے۔

قــرآن مــیں تدبّر کرو

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا۔ (النساء۔82)

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن سوائے اللہ کے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

Reflection upon Quran

Do they not then reflect on the Quran? Had it been from anyone other than Allah, they would have certainly found in it many inconsistencies. (4:82)

قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اس میں فــکر و تدبر کی دعــوت دی جا رہی ہے۔

ســلام کو رواج دیــنا

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا۔ (النساء۔86)

اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمہیں سلام کرے (یا کوئی تحفہ یا دعا دے) تو اس کو اس سے بہتر طریقہ کے ساتھ جواب دو یا کم از کم اُسی طرح، اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔النساء۔86

And when you are greeted, respond with a better greeting or at least similarly. Surely Allah is a 'vigilant' Reckoner of all things. (4:86)

In this Verse Muslims are asked to promote greetings and to pay at least as much respect and consideration to others as is paid to them – and preferably more. Good manners and courtesy are to be matched by the Muslims. In fact, the mission entrusted to the Muslims requires them to excel others in this respect.

آیت میں تحیۃ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے اصل معنی ہیں الدعاء بالحیاۃ یعنی درازی عمر کی دعا دینا یہاں یہ سلام کرنے کے معنی میں ہے۔(فتح القدیر)

ہمیشہ سلام کا اچھا جواب دو

حدیث: سلام کا اچھا جواب دینے کی تفسیر حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ السلام علیکم کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا اضافہ اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے جواب میں وبرکاتہ کا اضافہ کر دیا جائے۔ لیکن کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے تو پھر اضافے کے بغیر انہی الفاظ میں جواب دیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ صرف السلام علیکم کہنے سے دس نیکیاں اور اس کے ساتھ ورحمۃ اللہ کہنے سے بیس نیکیاں اور برکاتہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔(مسند احمد)

اسلام جیسا کی اس کے نام سے ہی واضح ہے کہ امن اور سلامتی کا پیغام دیتا ہے۔ ایک مومن بندہ جب دوسرے سے ملتا ہے تو سب سے پہلے سلامتی ہی کی دعا (السلام علیکم: تم پر سلامتی ہو، اللہ کی امان میں رہو۔) کرتا ہے۔ یہ وہ پہلا پیغام ہوتا ہے جس کو ایک دوسرے سے ملتے وقت پہنچایا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو سلام کا پیغام پہنچانا ضروری ہے۔ اس کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔ اس ایک جملے سے یہ بات کافی حد تک واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام امن اور سلامتی کا علم بردار ہے۔

ہر ایک کو سلام کرو

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ سلام کرو ہر شخص کو جسے تم جانتے ہو اور جسے نہیں جانتے۔(بخاری، مسلم)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اسلام کے اعمال میں سب سے افضل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کھانا کھلادو اور سلام کو عام کرو خواہ تم اس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔(بخاری، مسلم)

سلام میں ابتداء کرنے والا تکبر سے بری ہے

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: البادی بالسلام بری من الکبر۔ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔

حدیث: حضرت ابوامامہ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں ابتداء کرے۔(مسند احمد، ترمذی)

اپنے گھر والوں کو بھی سلام کرو

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا: بیٹے! جب گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کیا کرو، یہ تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کیلئے باعث برکت ہوگا۔(ترمذی)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے باہمی محبت پیدا ہوتی ہے؟ آپس میں سلام دعا کی عادت ڈالو۔(مسلم)

سلام میں بخل نہ کرو

حدیث: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ بڑا بخیل وہ آدمی ہے جو سلام میں بخل کرے۔(طبرانی فی معجم کبیر)

نواں رکوع: فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ۔۔۔ (النساء۔88)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

منافقین کی سازشوں اور چالوں سے ہوشیار رہیں، منافقین کی اقسام، مفاد پرست لوگ، صلح، جنگ سے متعلق احکام۔

منافقین کی چالوں سے ہوشیار رہو

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔ (النساء۔88)

پھر یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تمہارے درمیان دو رائیں پائی جاتی ہیں حالانکہ اللہ نے ان کے اپنے کرتوتوں کے باعث ان (کی سوچ) کو الٹا کر دیا ہے۔ اور جس سے اللہ توفیق ہدایت سلب کر لے تو تم اس کے لیے (ہدایت کا) راستہ نہیں پاؤ گے۔

What has happened to you that you have two minds about the hypocrites even though Allah has reverted them, owing to the sins that they earned? Do you wish to guide those whom Allah has sent astray? And he whom Allah sends astray – never will you find for him a way [of guidance]. (4:88)

The problem of the hypocrites is being discussed here. At the time of Prophet (PBUH) some people outwardly embraced Islam but were silently supporting enemies of Islam. It was not easy for the Muslims to decide how to deal with such people. Some were of the opinion that since they embraced Islam, performed Prayers, fasted and recited the Qur'an they could not be treated as enemies of Islam. Such people would be considered hypocrites only if they did something which is totally inconsistent with true faith. This verse explains that their actual behaviour and true colours are only known to Allah swt. This explanation helped those who were double minded about hypocrites.

یہاں منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو احد کی جنگ میں مدینہ سے کچھ دور جا کر واپس آ گئے تھے یہ کہتے ہوئے کہ ہماری بات نہیں مانی گئی۔ جنگ احد کے ان واقعات کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ ان منافقین کے بارے میں اس وقت مسلمانوں کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ہمیں ان منافقین سے (بھی) لڑنا چاہئے، دوسرا گروہ اسے مصلحت کے خلاف سمجھتا تھا۔ اس پر یہ

آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ شہر طیبہ ہے جو خود بخود میل کچیل کو اس طرح دور کردے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو چھانٹ دیتی ہے۔(بخاری و مسلم)

ان منافقین کی کئی اقسام تھیں جن میں سے چند کا ذکر اس رکوع میں کیا جارہا ہے۔ بعض غدّاری کی حد تک جا پہنچے تھے جن کا الگ طور پر ذکر کیا گیا۔

منافقین کی ایک قسم وہ تھی جنہوں نے باوجود استطاعت کے ہجرت نہیں کی حالانکہ اوائل اسلام میں اسلامی تعلیمات پر عمل کیلئے صرف ایک ہی محفوظ شہر تھا اور وہ مدینہ منورہ تھا۔ لٰہذا حکم دیا گیا تھا کی سب مدینہ کی طرف ہجرت کریں۔ کچھ لوگ ہجرت کی قدرت رکھتے تھے اور پھر صرف اس لیے اٹھ کر نہ آئے کہ انہیں اپنے گھربار، اعزہ و اقربا اور اپنے مفادات دین کی بہ نسبت عزیز تر تھے۔ جو لوگ حقیقت میں بالکل مجبور تھے اور ہجرت پر قادر نہ تھے ان کو مُسْتَضْعَفِين میں شمار کر کے ہجرت سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا۔

مفاد پرست لوگ

اگلی آیت میں منافقین کی ایک اور قسم بیان کی جارہی ہے:

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ۔۔۔ (النساء۔91)

ایک اور قسم کے منافق تمہیں ایسے ملیں گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی۔

Opportunist People

You will find others who wish to be safe from you and their own people. (4:91)

منافقین کی ایک قسم وہ بھی تھی جو مفاد پرستی کی راہ پر گامزن تھی۔ یہ دراصل مفاد پرستوں کا ٹولہ تھا۔ جب یہ مسلمانوں کے پاس آتے تو اسلام کا اظہار کرتے تا کہ مسلمانوں سے محفوظ رہیں۔ اور جب اپنی قوم میں جاتے تو شرک و بت پرستی کرتے تا کہ وہ انہیں اپنا ہم مذہب سمجھیں اور یوں دونوں طرف سے مفادات حاصل کرتے۔

دسواں رکوع: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا۔۔۔ (النساء۔92)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

انسانی جان کا احترام، قتل وغارت گری کی شدید مذمت، قتل ناحق کی سزا جہنم، خون ناحق کرنے والا جنت کا حقدار نہیں، یہ ایک ناقابل معافی، قصاص ودیت کے متعلق مسائل، مسلمان کے ہاتھوں دوسرے مسلمان کا قتل بھی ناقابل معافی جرم ہے۔ قتل عمد اور قتل خطاء میں فرق اوران کے مختلف احکام، کفارہ اور جرمانہ میں فرق، جو تمہیں سلام کرے اسے مسلمان سمجھو بشر طیکہ عقیدہ کی خرابی نہ ہو، سلام اور نماز مسلمان کی علامت، کسی کو مسلمان سمجھنے کیلئے علامات اسلام کافی ہیں باطن کی تفتیش درست نہیں، ہر مخلص صاحب ایمان کیلئے اجر ہے۔

قتل ناحق ناقابل معافی جرم ہے

قصاص ودیت کے مسائل

مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا قتل ناقابل معافی جرم ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا۔۔۔ (النساء۔92)

اور کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے مسلمان کا خون کرے، الا یہ کہ اُس سے نادانستہ ایسا سرزد ہو جائے۔۔۔

It is not lawful for a believer to kill another except by mistake.... (4:92)

شان نزول: یہ آیت حضرت ابودرداء(رض) کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ انہوں نے دوران جنگ ایک دشمن شخص پر حملہ کرنا چاہا، ابھی تلوار سونتی ہی تھی تو اس نے کلمہ پڑھ لیا لیکن ان کی تلوار چل گئی اور وہ ہلاک ہو گیا۔ جب حضور اکرم ﷺ سے یہ واقعہ بیان ہوا تو حضرت ابودرداء(رض) نے اپنا یہ عذر بیان کیا کہ اس نے صرف جان بچانے کی غرض سے یہ کلمہ پڑھا تھا، آپؐ نے ناراض ہو کر فرمایا: اشققت قلبہ۔۔ کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟

یہ آیت اور حدیث لمحہ فکریہ ہے ان لوگوں کیلئے جو دوسروں کو غیر مسلم بنانے میں اور ان پر کفر کا لیبل لگانے میں حد درجہ احتیاط نہیں کرتے۔

قتل وغارت کی شدید مذمت

قتل ناحق کی سزا۔ جہنّم کی آگ

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔ (النساء۔93)

وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اُس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور اُس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

And whoever kills a believer intentionally, their punishment will be Hell—where they will stay indefinitely. Allah will be displeased with them, condemn them, and will prepare for them a tremendous punishment.

یہ قتل عمد کی سزا ہے۔ قتل کی تین قسمیں ہیں:

1۔ قتل خطاء جس کا ذکر ما قبل کی آیت میں ہے۔2۔ قتل شبہ عمد جو حدیث سے ثابت ہے۔3۔ قتل عمد جس کا مطلب ہے ارادہ اور نیت سے کسی کی جان لینا۔ اسلام میں ان تینوں جرائم کی الگ الگ سزائیں بیان کی گئیں۔

اس آیت میں قتل عمد پر نہایت سخت وعید بیان کی گئی ہے مثلاً اس کی سزا جہنم ہے جس میں ہمیشہ رہنا ہو گا نیز اللہ کا غضب اور اس کی لعنت اور عذاب عظیم بھی ہو گا۔ اتنی سخت سزائیں بیک وقت کسی بھی گناہ کی بیان نہیں کی گئیں۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کسی کو قتل کرنا اللہ کے ہاں کتنا بڑا جرم ہے احادیث میں بھی اس کی سخت مذمت اور اس پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں قتل کا تعلق چونکہ حقوق العباد سے ہے جو محض توبہ سے بھی ساقط نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث عائشہ میں بیان کیا گیا کہ الدواوین ثلاثہ۔۔۔ یعنی اعمال نامے کی تین قسمیں ہیں۔ اس حدیث میں فرمایا گیا کہ جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے وہ اس وقت تک معاف نہیں ہونگے جب تک بندے معاف نہ کریں۔ بعض علماء مذکورہ سخت وعیدوں کے پیش نظر قاتل کیلئے قبول توبہ کے بھی قائل نہیں۔ البتہ دوسری نصوص سے توبۃ النصوح کی صورت میں اس کی معافی ممکن ہے۔ یہاں قاتل کیلئے جہنم کی سزاء جو بیان کی گئی ہے اس کا مطلب ہے کہ اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اس کی یہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ اس جرم پر اسے دے سکتا ہے اسی طرح توبہ نہ کرنے کی صورت میں خلود (ہمیشہ جہنم میں رہنے) کا مطلب بھی مکث طویل یعنی لمبی مدت ہے۔

قتل خطاء کی دیت

وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا۔۔۔ (النساء۔92)

مقتول کے ورثاء کو خون ادا کرنا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ بطور نیکی (احسان کرتے ہوئے) معاف کردیں۔

and pay compensation to the victim's family—unless they waive it charitably. (4:92)

اسلام کی تعلیمات میں قتل خطاء کی صورت میں ورثاء کو دیت لے کر معاف کرنے کا اختیار ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دیت یا خوں بہا کی مقدار سو اونٹ، یا دو سو گائیں، یا دو ہزار بکریاں مقرر فرمائی ہے۔ اگر دوسری کسی شکل میں کوئی شخص خوں بہا دینا چاہے تو اس کی مقدار انہی چیزوں کی بازاری قیمت کے لحاظ سے معین کی جائے گی۔ مثلاً نبی اکرمؐ کے زمانہ میں نقد خوں بہا دینے والوں کے لیے 8 سو دینار یا 8 ہزار درہم مقرر تھے۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے فرمایا کہ اونٹوں کی قیمت اب چڑھ گئی ہے، لہٰذا اب سونے کے سکے میں ایک ہزار دینار، یا چاندی کے سکے میں 12 ہزار درہم خوں بہا دلوایا جائے گا۔ مگر واضح رہے کہ خوں بہا کی یہ مقدار جو مقرر کی گئی ہے قتل عمد کی صورت کے لیے نہیں ہے بلکہ قتل خطا کی صورت کے لیے ہے۔

یہ بات اہم ہے کہ ہر جرم بشمول قتل پر تحقیق کرنا، مجرم کا تعین کرنا اور سزا دینا قانون نافذ کرنے والے اداروں اور قانونی عدالتوں کا کام ہے۔ کسی فرد یا گروہ کو قانونی معاملات بالخصوص جرائم کی تفتیش میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے اور نہ اپنے طور پر مجرم کا تعین کر کے سزا کا فیصلہ کرنا چاہئے۔

اسلام کی تعلیمات میں قصاص یا دیت لینے کا حق اگرچہ مقتول کے ورثاء کا ہے مگر باجماع امت ان کو اپنا یہ حق خود وصول کرنے کا اختیار نہیں بلکہ اس حق کو حاصل کرنے کے لئے عدالت یا حکومت کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

کفارہ اور جرمانہ میں فرق

تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (النساء۔92)

یہ (کفارہ) اللہ کی طرف سے قبول توبہ کیلئے ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

As a means of repentance to Allah. And Allah is All-Knowing, All-Wise. (4:92)

قرآن میں جہاں بھی کفارہ کا حکم دیا گیا تو اس کے پیچھے خاص حکمت ہے۔ پہلی بات یہ سمجھنی چاہئے کہ کسی بھی گناہ یا عبادت میں کوتاہی کا کفارہ جرمانہ کی طرح نہیں ہے۔ یعنی یہ جرمانہ نہیں بلکہ توبہ کی طرح ہے۔ جرمانہ میں ندامت و شرمساری اور اصلاح نفس کی کوئی روح نہیں ہوتی بلکہ عموماً وہ سخت ناگواری کے ساتھ مجبوراً دیا جاتا ہے اور بیزاری و تلخی اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس بندے سے خطا ہوئی ہو وہ عبادت اور کار خیر اور ادائے حقوق کے ذریعہ سے اس کا اثر اپنی روح پر سے دھودے، اور شرمساری و ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے، تاکہ نہ صرف یہ گناہ معاف ہو بلکہ آئندہ کے لیے اس کا نفس ایسی غلطیوں کے اعادہ سے بھی محفوظ رہے۔ کفارہ کے لغوی معنی ہیں چھپانے والی چیز۔ کسی کار خیر کو گناہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اس گناہ پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانک لیتی ہے، جیسے کسی دیوار پر داغ لگ گیا ہو اور اس پر سفیدی پھیر کر داغ کا اثر مٹا دیا جائے۔

جو تمہیں سلام کرے اسے مسلمان سمجھو

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَ لْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔۔۔ (النساء۔94)

اور جو تمہاری طرف سلام سے تقدیم کرے اُسے فوراً نہ کہہ دو کہ تو مومن نہیں ہے۔

And do not say to those who offer you ˹greetings of˺ peace, "You are no believer! (4:94)

ابتدائے اسلام میں السلام علیکم کا لفظ مسلمانوں کے لیے شعار اور علامت کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کلمہ کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ دوست اور خیر خواہ ہوں، میرے پاس تمہارے لیے سلامتی و عافیت کے سوا کچھ نہیں ہے، لہٰذا تم مجھ سے دشمنی نہ کرو۔ اس مقصد کے تحت ابتداء اسلام میں سلام کا لفظ مسلمانوں میں شعار کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ خصوصیت کے ساتھ اس زمانہ میں اس شعار کی اہمیت اس وجہ سے اور بھی زیادہ تھی کہ اس وقت عرب کے لوگوں کے درمیان لباس، زبان اور کسی دوسری چیز میں کوئی نمایاں امتیاز نہ تھا جس کی وجہ سے ایک مسلمان سرسری نظر میں دوسرے مسلمان کو پہچان سکتا ہو۔ اس لئے ابتداء اسلام میں سلام اور نماز کو مسلمان کی نشانی مقرر کیا گیا۔

بعض مفسرین نے اس آیت میں سلام سے اطاعت مراد لیا ہے۔

آیت کا منشا یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے اس کے متعلق تمہیں سرسری طور پر یہ فیصلہ کر دینے کا حق نہیں ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سچا ہو اور ہو سکتا ہے کہ سچا نہ ہو۔ حقیقت تو تحقیق ہی سے

معلوم ہوسکتی ہے۔ بہر حال تمہارا کسی کو مسلمان سمجھنے میں غلطی کرنا اس سے بدرجہا زیادہ بہتر ہے کہ تم کسی بے گناہ کو نقصان پہنچاؤ۔

کسی کو مسلمان سمجھنے کے لئے علامات اسلام کافی ہیں باطن کی تفتیش کرنا جائز نہیں۔

مذکورہ آیت میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جو شخص اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ بغیر تحقیق کے اس کے قول کو نفاق پر محمول کرے۔اس سے یہ اہم مسئلہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان بتلاتا ہو خواہ کلمہ پڑھ کر یا کسی اور اسلامی شعار کا اظہار کر کے مثلاً اذان، نماز وغیرہ میں شرکت کرے تو مسلمان پر لازم ہے کہ اس کو مسلمان سمجھیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں، اس کا انتظار نہ کریں کہ وہ دل سے مسلمان ہوا ہے یا کسی مصلحت سے اسلام کا اظہار کیا ہے۔

حدیث: ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذا رائیتم الرجل یعتاد الی المساجد، فاشھدو لہ بالایمان۔۔ جب کسی شخص کو دیکھو کہ وہ باقاعدگی سے مسجد میں نماز کیلئے آتا جاتا ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔

نیز اس معاملہ میں اس کے اعمال پر بھی مدار نہ ہوگا، فرض کرلو کہ وہ نماز نہیں پڑھتا روزہ نہیں رکھتا اور ہر قسم کے گناہوں میں ملوث ہے، پھر بھی اس کو اسلام سے خارج کہنے کا کسی کو حق نہیں، اسی لئے امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فرمایا: لانکفراھل القبلۃ بذنب۔یعنی ہم اہل قبلہ کو کسی گناہ کی وجہ سے غیر مسلم نہیں کہتے۔

بعض روایات حدیث میں بھی اسی قسم کے الفاظ مذکور ہیں کہ اہل قبلہ مسلمان سمجھو خواہ وہ کتنا ہی گنہگار یا بدعمل ہو۔

مگر یہاں ایک بات خاص نکتہ طور پر سمجھنے اور یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اس کو کافر کہنا یا سمجھنا جائز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس سے کسی ایسے قول و فعل کا صدور نہ ہو جو ایمان کے منافی ہے مثلاً عقیدہ کی خرابی یا اسلام کے کسی ایسے حکم کا انکار کرنا جس کا اسلامی حکم ہونا قطعی اور واضح ہے۔ جیسے مسیلمہ کذاب صرف کلمہ اسلام کا اقرار ہی نہیں بلکہ اسلامی شعائر نماز اذان وغیرہ کا بھی پابند تھا اپنی اذان میں اشھد ان لا الہ الا اللہ کے ساتھ اشھد ان محمد رسول اللہ بھی کہلواتا تھا، مگر اس کے ساتھ وہ اپنے آپ کو بھی نبی اور رسول کہتا تھا جو نصوص قرآن و سنت کا کھلا ہوا انکار تھا لہٰذا اس کے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس وقت باجماع صحابہ اس کو مسلمان تسلیم نہیں کیا گیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لفظ کلمہ گو یا اہل قبلہ یہ اصطلاحی الفاظ ہیں جن کا مصداق صرف وہ شخص ہے جو مدعی اسلام ہونے کے بعد کسی عقیدے کی خرابی کا مرتکب نہ ہو۔

آیت کا حکم عام ہے

اس آیت کے پہلے جملہ میں ایک عام ہدایت ہے کہ تم کوئی کام بغیر تحقیق کے محض گمان پر نہ کرو۔ کسی بھی واقعہ کی تحقیق کے بغیر فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا۔ یعنی جب تم اللہ کی راہ میں چلتے ہو تو ہر کام تحقیق کے ساتھ کیا کرو۔ محض خیال اور گمان پر کام کرنے سے بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے۔ سفر کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس آیت کا سبب نزول واقعات سفر ہی میں پیش آئے یا اس وجہ سے کہ شبہات عموماً سفر میں پیش آتے ہیں، اپنے شہر میں ایک دوسرے کے حالات سے عموماً واقفیت ہوتی ہے لہٰذا وہاں غلط فہمی کا امکان کم ہوتا ہے۔ اصولاً یہ حکم عام ہے۔ سفر ہو یا حضر، بغیر تحقیق کے کسی عمل پر اقدام جائز نہیں۔

حدیث: ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سوچ سمجھ کر کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔

اس آیت کے نزول کا سبب کچھ خاص واقعات ہیں جن کا ذکر نیچے بیان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: احادیث میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کسی علاقے سے گزر رہے تھے جہاں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا، صحابہ کو دیکھ کر چرواہے نے سلام کیا۔ بعض صحابہ نے سمجھا کہ شاید وہ جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بغیر تحقیق کئے اسے دشمن سمجھ کر قتل کر ڈالا اور بکریاں (بطور مال غنیمت) لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جس پر تنبیہ کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے اس واقعے کی سخت مذمت اور سرزنش فرمائی اور فرمایا کہ مکہ میں پہلے تم بھی چرواہے کی طرح ایمان چھپانے پر مجبور تھے۔ مطلب یہ تھا کہ اس بے گناہ کے قتل کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اس سے ملتے جلتے اور بھی واقعات روایات میں ملتے ہیں جن میں سے ایک حضرت مقداد کا بھی ہے۔ آپؐ نے حضرت مقداد کو بلوایا اور فرمایا تم نے یہ کیا کیا؟ ایک کلمہ گو کو قتل کر دیا؟ کل قیامت کے دن تم اس کے لا الٰہ الا اللہ کے سامنے کیا جواب دو گے؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ نبی ﷺ نے ایسے ہر موقع پر نہایت سختی کے ساتھ سرزنش فرمائی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ قتل ناحق کے اس طرح کے واقعات میں حضور ﷺ نے مقتولین کے ورثاء کی دلجوئی بھی فرمائی اور ان کو دیت بھی دی گئی۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

بیان القرآن میں ہے کہ چونکہ یہ ابتداء اسلام تھا۔ اس وقت تک صحابہ کو یہ مسئلہ واضح طور پر معلوم نہ تھا اسلئے ان کو غلط فہمی ہوئی۔ اس پر صرف فہمائش پر اکتفا کیا گیا اور اس فعل پر ان کے لئے کوئی وعید نازل نہیں فرمائی گئی۔

ہر مخلص صاحب ایمان کیلئے اجر ہے

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ۔۔۔ (النساء۔95)

ہر ایک کے لیے اللہ نے بھلائی ہی کا وعدہ فرمایا ہے۔

Allah has promised everyone a fine reward... (4:95)

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کی راہ میں نکلنے والے اور گھروں میں بیٹھنے والے برابر نہیں تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم (نابینا صحابی) نے عرض کیا کہ ہم تو اس سعادت سے محروم ہیں کیونکہ معذور ہونے کی وجہ سے اللہ کی راہ میں نکلنے سے قاصر ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ بغیر عذر کے کا استثناء نازل فرمادیا یعنی عذر کے ساتھ بیٹھ رہنے والوں پر کوئی حرج نہیں اور ان کیلئے بھی نیت کا ثواب موجود ہے۔

حسن نیت کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیرؒ نے کسی شاعر کے بڑے خوبصورت اشعار نقل کیے ہیں:

یا راحلین الی البیت العتیق لقد
سرتم جسوما وسرنا نحن ارواحا
انا اقمنا علی عذر وعن قدر
ومن اقام علی عذر فقد راحا

یعنی اے اللہ کے گھر کے حج کو جانے والو! اگرچہ تم اپنے جسموں سمیت اس طرف چل رہے ہو لیکن ہم بھی روحانی طور پر اسی سفر پر جارہے ہیں۔ سنو! ہماری مجبوری اور عذر نے ہمیں اس مبارک سفر پر جانے سے روک رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ عذر سے رکنے والا، جانے والے سے (اجر میں) کچھ کم بھی نہیں ہوتا۔

گیارہواں رکوع: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔۔۔ (النساء۔97)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

ہجرت کی ضرورت واہمیت، اگر کسی جگہ دین پر عمل ناممکن ہو جائے تو دوسری جگہ ہجرت کرلو (الم تکن ارض اللہ واسعہ)، ہجرت اور حسن نیت، ہجرت کا اجر، ہجرت کی دوسری قسم: گناہوں سے ہجرت یعنی ان کو چھوڑنا۔

اگر کسی جگہ دین پر چلنا ناممکن ہو جائے تو دوسری جگہ ہجرت کر لو

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا۔۔۔ (النساء۔97)

کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟

Was Allah’s earth not spacious enough for you to emigrate? (4:97)

ہجرت کی فضیلت واہمیّت

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭوَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭوَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (النساء۔100)

جو کوئی اللہ کے دین کیلئے گھر بار چھوڑے گا وہ زمین میں بہت سی قیام کی جگہیں اور وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے خدا اور رسول کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکلے گا اس کے بعد اسے موت بھی آ جائے گی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

He who forsakes his home in the way of Allah, finds in the earth Many a refuge, wide and spacious: And whoever leaves his home as an emigrant to Allah and His Messenger and then death overtakes him – his reward has already become incumbent upon Allah. And Allah is ever Forgiving and Merciful. (4:100)

اس آیت میں ہجرت کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی، اس کے علاوہ رزق یا جگہوں اور ملکوں کی کشادگی وفراخی کا بھی ذکر ہے۔

ابتداء اسلام میں ہجرت تمام مسلمانوں پر فرض تھی۔ یہ اس زمانہ کا حکم ہے جبکہ **ہجرت شرط ایمان** تھی اس آدمی کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا تھا جو باوجود قدرت کے ہجرت نہ کرے۔ شرعی ہجرت کا یہ حکم خاص طور پر ابتداء اسلام میں تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ہجرت کیلئے فرض عین کی صورت باقی نہیں رہی۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت کے احکام بدل گئے ہیں۔ حدیث مبارکہ کے اندر آتا ہے: لا ہجرۃ بعد الفتح ۔۔۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی ضرورت نہیں رہی۔

البتہ بعض انتہائی ناساعد حالات میں اگر کسی جگہ دین کی تعلیمات پر عمل بالکل ناممکن ہو جائے تو ہجرت کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ موجودہ دور میں جب کہ دنیا گلوبل ولیج بن چکی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی قوانین، عالمی معاہدوں، جغرافیائی حد بندیوں اور سفری پابندیوں کی وجہ سے ہجرت کے احکام و مسائل کو دور جدید کے تناظر میں دیکھنا چاہئے۔

ہجرت اور حسن نیت لازم و ملزوم ہیں۔اس کی وضاحت اس حدیث میں بیان کی جارہی ہے:

حدیث:ایک حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:انما الاعمال بالنیات، وانمالکل امرئ مانویٰ۔ اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہجرت کی پس اس کی ہجرت ان ہی کے لئے ہے اور جس نے دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کی نیت سے ہجرت کی پس اس کی ہجرت اسی کے لئے ہے جس نیت سے اس نے ہجرت کی۔(بخاری ومسلم)

نیت کی درستگی کا یہ حکم عام ہے جو دین کے ہر کام کو شامل ہے۔یعنی اس کو کرتے وقت اللہ کی رضا پیش نظر رکھنا ہوگی ورنہ وہ عمل بارگاہ الٰہی میں مقبول نہ ہوگا۔

ہجرت کا اجر

حدیث:ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:الھجرۃ تھدم ماکان قبلھا والحج یھدم ماکان قبلہ۔یعنی ہجرت ان سب گناہوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کئے ہوں۔اسی طرح حج بھی اپنے ماقبل گناہوں کو معاف کروا دیتا ہے۔

ہجرت کی دوسری قسم:گناہوں کو ترک کرنا

ہجرت کی دوسری صورت یہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گی جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے:لاتنقطع الھجرۃ حتی تنقطع التوبۃ۔یعنی ہجرت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک توبہ کی قبولیت کا وقت باقی رہے۔(صحیح بخاری)

علامہ عینیؒ شارح بخاری نے اس ہجرت کے متعلق لکھا ہے:ان المراد بالھجرۃ الباقیۃ ھی ھجر السیئات۔یعنی اس ہجرت سے مراد گناہوں کا ترک کرنا ہے۔جیسا کہ ایک حدیث میں رسول کریمؐ ارشاد فرماتے ہیں:المھاجرمن ھجر مانھی اللہ عنہ۔ یعنی مہاجر وہ ہے جو ان تمام چیزوں سے پرہیز کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصطلاح میں ہجرت کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے:

1۔دین کے لئے ترک وطن کرنا،مثلاً صحابہ کرام اپنا وطن مکہ ترک کرکے مدینہ اور حبشہ تشریف لے گئے۔

2۔گناہوں کا چھوڑنا۔

بارہواں رکوع: وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ۔۔۔ (النساء۔103)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

سفر میں نماز مختصر کرسکتے ہو، صلوٰۃ الخوف، جنگی یا ہنگامی حالت میں نماز کے احکام، نماز کے بعد اللہ کا ذکر، نماز مقررہ وقت پر فرض ہے۔

سفر میں نماز کو قصر کرسکتے ہو

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ۔

اور جب تم سفر پر جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو مختصر کرکے پڑھو۔(النساء۔101)

Reduced Prayer during Travel

When you travel through the land, it is permissible for you to shorten the prayer. (4:101)

Generally, it is permissible for travelers who are travelling a distance of 85 km or more to shorten their prayers. A four-unit prayer is reduced to two.

قصر نماز اللہ کی طرف سے مسافر کیلئے تحفہ ہے

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: صدقة تصدق الله بها عليكم، فاقبلوا صدقته۔

یہ (قصر نماز) اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان ہے اسے قبول کرو۔(مسلم)

قصر نماز کا مطلب یہ ہے کہ مسافر ہر چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھے گا۔ مغرب کی نماز تین رکعت ہی پڑھی جائے گی۔ سنتوں کا حکم دورانِ قصر یہ ہے کہ فجر کی سنتیں بہر حال پڑھنی ہوں گی۔ اس کے علاوہ باقی نمازوں کی مؤکدہ سنتیں نہ پڑھنے کا اختیار ہوگا، البتہ سفر جاری نہ ہو تو پڑھنا افضل ہے۔ وتر کی نماز بھی چونکہ واجب ہے اس لئے سفر میں بھی پڑھی جائے گی۔

صلوۃالخوف یعنی خوف کی حالت کی نماز(النساء۔102)

ہنگامی اور جنگی حالات میں نماز

Performing Prayer during War Circumstances

حالت جنگ میں نماز خوف کی کئی قسمیں، مختلف صورتیں اور حالتیں ہیں جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔حالات جس طرح بھی اجازت دیں، نماز پڑھی جائے۔جماعت کا موقع ہو تو جماعت سے پڑھو ورنہ فرداً فرداً ہی سہی قبلہ رخ نہ ہو سکتے ہو توجدھر بھی رخ ہو، سواری پر بیٹھے ہوئے اور چلتے ہوئے بھی پڑھ سکتے ہو، رکوع وسجدہ ممکن نہ ہو تو اشارہ ہی سے سہی، ضرورت پڑے تو نماز ہی کی حالت میں چل بھی سکتے ہو۔ بعض حالات میں انفرادی طور پر ایک ہی رکعت نماز اشارے سے پڑھنے کا جواز موجود ہے۔ اگر پھر بھی نماز پر قادر نہ ہو تو صرف ایک سجدہ کر لے یہ بھی ذکر اللہ ہے،اور بعض علماء نے کہا ہے کہ صرف ایک تکبیر بھی کافی ہے۔ ان سب آسانیوں کے باوجود اگر ایسی پر خطر حالت ہو کہ کسی طرح نماز نہ پڑھی جا سکے تو نماز کو موخر کی جائے کیونکہ فقہاء نے مخصوص حالات میں نماز کو موخّر کرنے کی رخصت بھی دی ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگ خندق میں سورج ڈوب جانے کے بعد ظہر، عصر کی نماز پڑھی تھی۔اس حدیث کی بنیاد پر بعض نے صلوۃالخوف کی آیت(النساء۔102)کو منسوخ بھی قرار دیا ہے۔فقہاءاحناف میں امام ابویوسفؒ اس آیت کے حکم کو حضورؐ کے زمانے کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں چونکہ یہ لفظ ہیں: واذا کنت فیھم۔۔ کہ جب آپؐ ان میں موجود ہوں اور یہ خطاب نبی اکرمؐ سے ہے تو معلوم ہوا کہ صلوۃ خوف کا حکم آپؐ کے بعد منسوخ ہے۔اب ایسے حالات میں نماز میں کمی یا تبدیلی کے بجائے نماز کو حالات کے پر سکون ہونے تک موخر کر دیا جائے۔فاذا اطماننتم فاقیمو الصلوۃ۔۔۔ جب سکون واطمینان مل جائے تو نماز قائم کرو۔(النساء۔103)۔

مخصوص حالات میں نماز موخر کرنے کے جواز میں ایک اور حدیث بنو قریظہ بھی پیش کی جاتی ہے۔بنو قریظہ کی طرف بھیجے گئے لوگوں کو حضورؐ نے تاکید کی تھی کہ تم میں سے کوئی بھی بنو قریظہ تک پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے۔یہ جماعت ابھی راستے میں ہی تھی تو عصر کا وقت ہو گیا۔بعض نے کہا حضورؐ کا مقصد اس فرمان سے صرف یہی تھا کہ ہم جلدی بنو قریظہ تک پہنچ کر نماز پڑھیں للہٰذا انہوں نے راستے میں ہی عصر پڑھ لی اور بعض نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد بنو قریظہ کی جگہ پہنچ کر ادا کی۔جب اس بات کا ذکر حضورؐ سے ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ دونوں نے درست کیا۔(بحوالہ ابن کثیرؒ)

نماز کو موخر کرنے کا حکم صرف حالت جنگ کے ساتھ خاص نہیں۔ ہر ایسی ہنگامی یا اضطرابی کیفیت جس کی وجہ سے نماز میں توجہ اور یکسوئی حاصل نہ ہو سکے تو ایسی صورتحال میں نماز کو موخر کرنے کی رخصت ہے۔اس کی کئی صورتیں ہیں:

1۔اگر کوئی بندہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں (مثلاً نشہ کے زیر اثر ہے) تو اس وقت اسے نارمل حالت تک واپس آنے تک نماز کو موخر کرنا چاہئے۔قرآن مجید میں ذکر ہے: لا تقربو الصلوٰۃ وانتم سکارٰی حتیٰ تعلمو ما تقولون۔

2۔اسی طرح اگر کسی وقت کسی کی جان و مال کو خطرہ لاحق ہے مثلاً دوران سفر اگر وہ نماز کیلئے رکتا ہے تو اسے ڈاکوؤں کا خطرہ ہے تو اس وقت بھی وہ نماز کو محفوظ مقام تک پہنچنے تک موخر کر سکتا ہے۔

3۔اسی طرح فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص پر نیند یا سخت تھکاوٹ کا غلبہ ہو کہ اسے نماز میں توجہ حاصل نہیں ہو سکتی تو اسے بھی وقتی طور پر نماز کو موخر کر دینا چاہئے۔

4۔اسی طرح اگر کسی کو سخت بھوک لگی ہے اور نماز کا بھی وقت ہے تو اسے پہلے کھانا کھانا چاہئے اور اس کے بعد یکسوئی سے نماز پڑھنی چاہئے۔قضائے حاجت لاحق تو بھی یہی حکم ہے۔پہلے رفع حاجت کرے اس کے بعد نماز پڑھے۔

5۔جو بندہ طہارت یعنی وضو اور تیمم دونوں پر قادر نہیں جسے فقہی اصطلاح میں فاقد الطھورین کہتے ہیں تو وہ بھی طہارت حاصل ہونے تک نماز کو موخر کر سکتا ہے۔

نماز کے بعد اللہ کا ذکر کرو

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔ (النساء۔103)

پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔

When the prayers are over, remember Allah—whether you are standing, sitting, or lying down. (4:103)

نماز مقررہ وقت پر فرض ہے

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (النساء۔103)

بے شک نماز اہل ایمان پر پابندی وقت کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔النساء۔103

Indeed, performing prayers is a duty on the believers at the appointed times.

اس میں نماز کو مقررہ وقت میں پڑھنے کی تاکید ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر شرعی عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح کم از کم ایک نماز غیر وقت میں پڑھی جائے گی جو اس آیت کے خلاف ہے۔

تیرھواں رکوع: اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ۔۔۔ (النساء۔105)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

قرآن کتاب حق ہے، اسلام کی عدل وانصاف کی روایت، بغیر تحقیق کسی کی حمایت یا طرفداری نہ کرو، استغفار اور سچی توبہ، کرپٹ لوگوں کی حمایت اور وکالت نہ کرو (ولا تکن للخائنین خصیما)، خیانت اور دھوکہ دہی اللہ سے نہیں چھپ سکتی، قیامت کے روز کون ان مجرموں کی وکالت کرے گا، توبہ واستغفار کی برکات، سچی توبہ کبھی رائیگاں نہیں جاتی، گناہگار کا اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اپنی غلطیوں کا الزام دوسروں پر نہ ڈالو۔

کتاب حق

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا۔ (النساء۔105)

یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔

آیت کا شان نزول: یہ آیت ایک غیر مسلم کے دفاع میں نازل ہوئی۔ یہ آیت بلاشبہ اسلام کے شاندار عدل وانصاف کی روایت کی مظہر ہے۔ اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ سب کے ساتھ عدل وانصاف کیا جائے چاہے کوئی مسلمان ہو یا غیر مسلم۔

اس رکوع اور اس کے بعد والے رکوع میں ایک اہم معاملہ سے بحث کی گئی ہے جو اسی زمانہ میں پیش آیا تھا۔

اس آیت کے شان نزول میں بتلایا گیا ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی ظفر میں ایک شخص طعمہ نے ایک انصاری کی زرہ چرالی، جب اس کا چرچا ہوا اور اسے بے نقاب ہونے کا خطرہ محسوس ہوا تو اس نے وہ زرہ ایک یہودی کے گھر پھینک دی اور بنی ظفر کے کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے، ان سب نے آپس میں اتفاق کر کے زرہ چوری کا الزام اس یہودی پر تھوپ دیا۔ یہودی سے پوچھا گیا تو اس نے اپنی برائت ظاہر کی۔ لیکن یہ لوگ طعمہ کی حمایت میں زور شور سے وکالت

کرتے رہے اور کہا کہ یہ یہودی جو حق کا انکار اور اللہ کے رسول کا منکر ہے، اس کی بات کا کیا اعتبار، بات ہماری تسلیم کی جانی چاہیے کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ قریب تھا کہ نبی اکرمؐ اس مقدمہ کی ظاہری روداد سے متاثر ہو کر اس یہودی کے خلاف فیصلہ صادر فرما دیتے اتنے میں وحی آئی اور معاملہ کی ساری حقیقت کھول دی گئی۔ اگرچہ ایک قاضی کی حیثیت سے نبی اکرم کا روداد کے مطابق فیصلہ کر دینا بجائے خود آپ کے لیے کوئی گناہ نہ ہوتا۔ اور ایسی صورتیں ججوں اور منصفوں کو پیش آتی رہی ہیں کہ ان کے سامنے غلط روداد پیش کر کے حقیقت کے خلاف فیصلے حاصل کر لیے جاتے ہیں۔ لیکن اس وقت جبکہ اسلام کا ابتدائی دور تھا، اگر نبی اکرمؐ روداد مقدمہ کے مطابق یہودی کے خلاف فیصلہ صادر فرما دیتے تو اسلام کے مخالفوں کو ایک بہت بڑا اخلاقی حربہ مل جاتا۔ وہ یہ کہتے پھرتے کہ یہاں تو انصاف کا قتل عام ہو رہا ہے، یہاں تو وہی جتھہ بندی اور عصبیت کام کر رہی ہے جس کے خلاف دعوت و تبلیغ کی جاتی ہے۔ اسی خطرے سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس مقدمہ میں مداخلت فرمائی۔ قرآن کریم نے ایک مسلمان کی چوری کھول دی اور ایک غیر مسلم کو بری کر دیا۔

ان رکوعوں میں ایک طرف ان **مسلمانوں کو سختی کے ساتھ ملامت** کی گئی ہے جنہوں نے محض خاندان اور قبیلہ کی عصبیت میں مجرموں کی حمایت کی تھی۔ دوسری طرف **عام مسلمانوں کو سبق** دیا گیا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کسی تعصب کا دخل نہ ہونا چاہیے۔ یہ ہرگز دیانت نہیں ہے کہ اپنے گروہ کا آدمی اگر مجرم ہو تو اس کی بے جا حمایت کی جائے اور دوسرے گروہ کا آدمی اگر بے گناہ بھی ہو تو اس کے ساتھ بے انصافی کی جائے۔

مندرجہ بالا آیت سے چند نکات معلوم ہوتے ہیں:

1۔ اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ نبی اکرم ﷺ بھی بحیثیت ایک انسان غلط فہمی میں پڑ سکتے ہیں۔

2۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ عالم الغیب نہیں تھے ورنہ آپؐ پر فوراً صورتحال واضح ہو جاتی۔

3۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبرؐ کی حفاظت فرماتا ہے اور اگر کبھی حق کے پوشیدہ رہ جانے اور اس سے ادھر ادھر ہو جانے کا مرحلہ آ جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ متنبہ فرما دیتا ہے اور اصلاح فرما دیتا ہے اور یہی عصمت انبیا کا تقاضا ہے۔ یہ وہ مقام عصمت ہے جو انبیاء کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں۔

اس آیت کے شان نزول کے واقعے میں چند لوگوں نے چوری خود کی اگرچہ وہ مسلمان تھے لیکن اپنی چرب زبانی سے ایک بے گناہ غیر مسلم کو چور ثابت کرانے پر تلے ہوئے تھے۔ یہ کردار اسلام کی عادلانہ تعلیمات کے بالکل برعکس تھا اس لئے اس پر اللہ رب العالمین نے فوری متنبہ فرمادیا۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جرم اس کیلئے جائز ہے۔ اگر وہ قصوروار ہوگا تو ضرور سزا کا مستحق ہوگا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک اسلامی معاشرے میں بلکہ

کہیں بھی کسی غیر مسلم کے ساتھ ناانصافی جائز نہیں۔اسی طرح مسلمان ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے مسلمانوں کو ہر صورت دوسرے مسلمان کا ساتھ دینا چاہیئے چاہے وہ غلطی پر ہی کیوں نہ ہو۔اسلام کا ابدی اصول ہے کہ :کونو قوامین شہداء للہ ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین۔۔۔ ہمیشہ حق کی گواہی دو چاہے تمہارے اپنے قریبی لوگوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔دوسرے مقام پر فرمایا گیا:کونو مع الصادقین۔ سچے لوگوں کا ساتھ دو۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تحقیق کے کسی کی حمایت نہیں کرنی چاہیئے۔اسی طرح فریقین میں سے جب تک کسی کے متعلق پورا یقین نہ ہو کہ وہ حق پر ہے اس کی حمایت اور طرفداری کرنا جائز نہیں۔علاوہ ازیں اگر کوئی فریق دھوکے، فریب اور اپنی چرب زبانی سے عدالت یا حاکم مجاز سے اپنے حق میں فیصلہ کرالے گا درآں حالیکہ وہ صاحب حق نہ ہو تو ایسے فیصلے کی عند اللہ کوئی اہمیت نہیں۔

حدیث:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انما انا بشر وانتم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علیٰ نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشیء من حق اخیہ فلا یاخذنہ فانما اقطع لہ قطعۃً من النار۔

میں ایک انسان ہوں، میرے پاس کوئی شخص مقدمہ لے کر آتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ تم میں سے وہ شخص دلیل پیش کرنے میں دوسرے سے زیادہ تیز ہو اور میں (اس کے دلائل سے متاثر ہو کر) اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔تو اگر میں (غلطی سے) کسی مسلمان کا حق دوسرے شخص کو دے دوں، تو یہ اس کے لیے دوزخ کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے، خواہ وہ اسے اُٹھا کر لے جائے یا اسے چھوڑ دے۔(بخاری، مسلم)

استغفار اور سچی توبہ کرو

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (النساء۔106)

اور اللہ سے استغفار کیجئے کہ اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔

And seek Allah’s forgiveness—indeed, Allah is All-Forgiving, Most Merciful. (4:106)

کرپٹ لوگوں کی حمایت نہ کرو

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا۔ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا۔ (النساء۔107۔108)

جو خود اپنی ہی خیانت کرتے ہیں آپ ان کی وکالت نہ کریں۔۔اللہ کو ایسا شخص پسند نہیں ہے جو بددیانت اور بدکار ہو۔

Do not advocate for those who wrong themselves. Surely Allah does not like those who are dishonest, sinful. (4:107)

جو شخص دوسرے کے ساتھ خیانت کرتا ہے وہ دراصل سب سے پہلے خود اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرتا ہے۔ کیونکہ دل اور دماغ کو جو قوتیں اس کے پاس بطور امانت ہیں وہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ خیانت میں اس کا ساتھ دیں۔اور اپنے ضمیر کو جسے اللہ نے اس کے اخلاق کا محافظ بنایا تھا،اس حد تک دبا دیتا ہے کہ وہ اس خیانت کاری میں رکاوٹ بننے کے قابل نہیں رہتا۔جب انسان اپنے اندر خیانت کے ان مراحل کو پایہ تکمیل تک پہنچا لیتا ہے تب کہیں باہر اس سے خیانت و معصیت کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ آیت میں فرمایا گیا کہ آپ ایسے کرپٹ اور خیانت کار لوگوں کا ساتھ نہ دو اور ان کی حمایت اور وکالت بھی نہ کرو۔

خیانت اور دھوکہ دہی اللہ سے نہیں چھپ سکتی

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا۔ (النساء۔108)

یہ لوگ انسانوں سے اپنی حرکات (خیانت،دھوکہ دہی) چھپا سکتے ہیں مگر خدا سے نہیں چھپا سکتے جب کہ وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ رہتا ہے جب وہ ناپسندیدہ باتوں کی سازش کرتے ہیں۔اِن کے سارے اعمال پر اللہ محیط ہے۔

No place to hide for corrupt People

They try to hide ˹their deception˺ from people, but they can never hide it from Allah—in Whose presence they plot by night what is displeasing to Him. And Allah is Fully Aware of what they do. (4:108)

قیامت کے روز کون ان مجرموں کی وکالت کرے گا

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا۔ (النساء۔109)

تم لوگوں نے ان مجرموں کی دنیا میں تو طرفداری اور حمایت کرلی مگر روز قیامت اللہ کے سامنے کون ان کی طرفداری کرے گا اور ان کا وکیل ہوگا۔

Here you are advocating for them in this life, but who will ⸢dare to⸣ advocate for them before Allah on the Day of Judgment? Or who will come to their defence? (4:109)

توبہ واستغفار کی برکات

وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (النساء۔110)

جو شخص کوئی براکام کر بیٹھے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار (سچی توبہ) کرے تو اللہ کو بخشنے والا، مہربانی کرنے والا پائے گا۔

Blessings of Repentance

Whoever commits evil or wrongs themselves then seeks Allah’s forgiveness will certainly find Allah All-Forgiving, Most Merciful. (4:110)

سچی توبہ کبھی رائیگاں نہیں جاتی

اللہ تعالیٰ اپنا کرم اور اپنی مہربانی کو بیان فرماتا ہے کہ جس گناہ سے جو کوئی توبہ کرے اللہ اس کی طرف مہربانی سے رجوع کرتا ہے، ہر وہ شخص جو رب کی طرف جھکے رب اپنی مہربانی سے اور اپنی وسعت رحمت سے اسے ڈھانپ لیتا ہے اور اس کے صغیرہ کبیرہ گناہ کو بخشش دیتا ہے۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے پھر وہ وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرکے اللہ سے استغفار (سچی توبہ) کرے تو اللہ اس کے اس گناہ کو بخش دیتا ہے۔ پھر آپ ؐ نے یہ آیت: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔(آل عمران:135)کی تلاوت کی۔

گناہگار اپنا ہی نقصان کرتا ہے

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (النساء۔111)

اور جو گناہ کرتا ہے اس کا وبال اسی پر ہے اور اللہ بخوبی جاننے والا ہے۔

And whoever commits a sin—it is only to their own loss. Allah is All-Knowing, All-Wise. (4:111)

اس مضمون کی ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لا تزروازرۃ وزر اخریٰ۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، یعنی کوئی کسی کا ذمہ دار نہیں ہوگا، ہر نفس کو وہی کچھ ملے گا جو کما کر ساتھ لے گیا ہوگا۔

اپنی غلطیوں کا الزام دوسروں پر ڈالنے کی مذمت

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ (النساء۔112)

اور جو شخص بھی کوئی غلطی یا گناہ کر کے اس کا الزام دوسرے بے گناہ کے سر ڈال دیتا ہے وہ بہت بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

Accusing an innocent person is a severe sin

And whoever commits an offense or a sin and then blames it on an innocent person has taken upon himself a slander and manifest sin. (4:112)

جس طرح ایک شخص بنو ابیرق نے چوری خود کی اور الزام کسی اور پر لگا دیا۔ ایسی گھٹیا حرکت کا جو بھی مرتکب ہوگا وہ اس آیت کا مصداق ہے۔

اس آیت میں ایک عـام ضابطہ ارشاد فرمایا گیا کہ جو شخص خود کو کوئی جرم کرے اور پھر یہ جرم کسی بے قصور انسان کے ذمہ لگائے (جیسا کہ اس واقعہ میں بنو ابیرق نے چوری خود کی اور الزام ایک غیر مسلم یہودی پر لگا دیا) تو اس نے بہت بڑا بہتان اور

صریح گناہ اپنے اوپر لادلیا۔اپنے گناہ کا الزام دوسرے پرلگانا دوگنے عذاب کا سبب ہے۔اور آیت:ومن یکسب خطیئۃ اواثما ثم یرم بہ۔۔(النساء۔211) سے معلوم ہوا کہ وہ شخص گناہ خود کرے اور اس کا الزام دوسرے بے گناہ آدمی پر لگادے،تو اس نے اپنے گناہ کو دوگنا اور نہایت سخت کردیا اور عذاب شدید کا مستحق ہوگیا،ایک تو خود اصل گناہ کا عذاب،دوسرے افتراء اور بہتان کا شدید عذاب۔

چودہواں رکوع:وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ۔۔۔ (النساء۔113)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

انبیاء کرامؑ کیلئے اللہ کا خاص فضل: معصوم عن السئیات،خاص حفاظت و نگرانی،ہمیشہ اچھے کاموں کیلئے مشورہ اور میٹنگ کرو نہ کہ سازشوں کیلئے،اصلاح ذات البین یعنی صلح وصفائی کی اہمیت،رسولؐ کی مخالفت کا وبال۔

انبیاءؑ کیلئے اللہ کا خاص فضل

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔(النساء۔113)

اے نبیؐ! اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا،حالاں کہ در حقیقت وہ خود اپنے سوا کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں کر رہے تھے اور تمہارا کوئی نقصان نہ کر سکتے تھے اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمہیں معلوم نہ تھا اور اس کا فضل تم پر بہت ہے۔

Allah’s special bounty for Prophets

Had it not been for Allah’s grace and mercy, a group of them would have sought to deceive you ˹O Prophet˺. Yet they would deceive none but themselves, nor can they harm you in the least. Allah has revealed to you the Book and wisdom and taught you what you never knew. Great ˹indeed˺ is Allah’s favour upon you! (4:113)

یہ اللہ تعالیٰ کی اس خاص حفاظت و نگرانی کا ذکر ہے جس کا اہتمام اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے لئے فرمایا ہے۔ یہ عصمت انبیاء انبیاءؑ کا گناہوں سے معصوم ہونا اللہ کے فضل خاص اور اس کی رحمت خاصہ کا مظہر ہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ لوگ غلط استغاثہ اور جھوٹا مقدمہ پیش کر کے تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو بھی جاتے اور اپنے حق میں فیصلہ حاصل کر بھی لیتے تو نقصان انہی کا تھا، تمہارا کچھ بھی نہ بگڑتا۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک مجرم وہ ہوتے نہ کہ تم۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مجاز اتھارٹی یا عدالت کو دھوکہ دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لیتا ہے وہ دراصل خود اپنے آپ کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرتا ہے کہ وہ حق پر ہے حالانکہ فی الواقع اللہ کے نزدیک حق جس کا ہے اسی کا رہتا ہے اور فریب خوردہ جج کے فیصلہ سے حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔۔۔(النساء۔113)

اور آپ کو ان باتوں کا علم دیا ہے جن کا آپ کو پہلے علم نہ تھا۔

Allah has revealed to you the Book and wisdom and taught you what you never knew. (4:113)

اللہ نے آپ ﷺ پر فضل و احسان فرمایا اور کتاب و حکمت بھی عطا فرمائی۔ ان کے علاوہ دیگر بہت سی باتوں کا آپ کو علم دیا گیا جن سے آپ پہلے بے خبر تھے یہ بھی گویا آپ کے عالم الغیب ہونے کی نفی ہے کیونکہ جو خود عالم الغیب ہو اسے تو کسی اور سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور جسے دوسرے سے معلومات حاصل ہوں وحی کے ذریعے سے یا کسی اور طریقے سے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔

ہمیشہ اچھے کاموں کا مشورہ کیا کرو

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (النساء۔114)

لوگوں کی زیادہ تر سرگوشیوں میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے سوا اس کے کہ کوئی صدقہ دینے، نیکی کرنے یا لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کی بات کرے اور جو شخص خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ایسا کرے ہم اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

There is no good in most of their secret talks—except those encouraging charity, kindness, or reconciliation between

people. And whoever does this seeking Allah's pleasure, We will grant them a great reward. (4:114)

اصلاح ذات البین یعنی باہمی صلح صفائی کی اہمیت

اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ:

اس آیت میں تین باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی:

1۔صدقہ وخیرات،

2۔بھلائی کی باتوں کی ترویج واشاعت

3۔اصلاح ذات البین یعنی لوگوں کے درمیان صلح کرانا

ان تین باتوں کی احادیث میں بھی بڑی فضیلت آئی ہے۔

معروف کے معنی ہیں ہر وہ کام جو دین میں اچھا سمجھا جائے اور اس کے مقابل منکر ہے،یعنی ہر وہ کام جو دین میں ناپسندیدہ اور اجنبی ہو۔امر بالمعروف،ہر نیکی کے حکم اور ترغیب کو شامل ہے،جس میں مظلوم کی امداد کرنا،حاجتمندوں کو قرض دینا،گم شدہ کو راستہ بتادینا وغیرہ سب نیک کام داخل ہیں اور صدقہ اور اصلاح بین الناس بھی اگرچہ اس میں داخل ہے،لیکن ان کو خاص اس لئے بیان کیا گیا کہ ان دونوں چیزوں کا فائدہ دوسرے انسانوں کو ہوتا ہے اور معاشرتی زندگی کی اصلاح ہوتی ہے۔نیز یہ دونوں کام خدمت خلق کے اہم ابواب پر حاوی ہیں،ایک فائدہ پہنچانا یعنی اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچانا،دوسرے دفع مضرت یعنی لوگوں کو تکلیف اور رنج سے بچانا۔صدقہ نفع رسانی کا اہم عنوان ہے،اور اصلاح بین الناس خلق اللہ کے مضرت اور نقصان سے بچانے کا اہم عنوان ہے،اس لئے جمہور علماء تفسیر کا قول ہے کہ اس جگہ صدقہ عام ہے جس میں زکوۃ،صدقات واجبہ بھی داخل ہیں اور نفلی صدقات بھی اور ہر نفع جو کسی کو پہنچایا جائے۔

صلح کرانے کی فضیلت

لوگوں کی باہمی رنجشیں دور کرنے اور ان کے آپس میں مصالحت وموافقت پیدا کرنے کے متعلق رسول کریم ﷺ کے ارشادات نہایت اہم ہیں۔ایک حدیث میں اسے نفلی روزوں، نفلی نمازوں اور نفلی صدقات وخیرات سے بھی افضل بتلایا گیا ہے:

حدیث: حضورﷺ نے فرمایا: ألا أخبركم بأفضل من درجة الصلاة والصيام والصدقة ؟ قالوا بلى، قال إصلاح ذات البين وفساد ذات البين هي الحالقة۔

کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو درجے میں (نفلی) نماز، روزے اور صدقے سے بھی افضل ہے؟ صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں۔ آپﷺ نے فرمایا: لڑنے والوں کے درمیان صلح کروادینا۔۔ (ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد)

یہاں تک کہ صلح کرانے والے کو جھوٹ تک بولنے کی اجازت دے دی گئی تاکہ اسے ایک دوسرے کو قریب لانے کے لئے اور فتنہ وفساد اور لڑائی جھگڑا سے بچانے کیلئے دروغ مصلحت کی ضرورت پڑے تو وہ اس حربہ کو بھی اختیار کر سکتا ہے:

حدیث: لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس، فینمی خیرا و یقول خیرا۔ (بخاری)

وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے اچھی بات پھیلاتا ہے اور اچھی بات کرتا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کی عیادت کے لئے کچھ لوگ گئے۔ ان میں سعید بن حسان بھی تھے تو آپ فرماتے ہیں اے سعید! تم نے ام صالح کی روایت سے جو حدیث بیان کی تھی آج اسے پھر سناؤ۔ آپ سند بیان کر کے فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا: انسان کی تمام باتیں قابل مواخذہ ہیں بجز اللہ کے ذکر اور اچھے کاموں کے بتانے اور برے کاموں سے روکنے کے۔ حضرت سفیان نے کہا یہی مضمون اس آیت میں ہے: يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا وَّ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔ (النباء۔38) میں ہے۔ یہی مضمون سورۃ العصر میں ہے۔

آیت کے آخر میں ایک اور اہم مضمون یہ ارشاد فرمایا کہ نیکیاں صدقہ اور امر بالمعروف اور اصلاح بین الناس اسی وقت معتبر اور مقبول ہو سکتی ہیں، جبکہ ان کو اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے کیا جائے، اس میں کوئی نفسانی غرض شامل نہ ہو۔

رسول کی مخالفت کا وبال

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ (النساء۔115)

اور جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے ہم اُسے (دنیا میں) اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے (آخرت میں) دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

As for him who sets himself against the Messenger and follows a path other than that of the believers even after true guidance had become clear to him, We will let him go to the way he has turned to, and We will expose him unto hell – an odious destination. (4:115)

جب مذکورہ بالا مقدمہ میں وحی الٰہی کی بناپر نبی ﷺ نے اس خائن مسلمان کے خلاف اور اس بے گناہ یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمادیا تو اس نام نہاد مسلمان پر جاہلیت کا اس قدر سخت دورہ پڑا کہ وہ مدینہ سے نکل کر اسلام اور نبیؑ کے دشمنوں کے پاس مکہ چلا گیا اور کھلم کھلا مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔اس آیت میں اس کی اسی حرکت کی طرف اشارہ ہے۔

ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور امت کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے کی پیروی، دین اسلام سے خروج ہے جس پر یہاں جہنم کی وعید بیان فرمائی ہے۔ مومنین سے مراد صحابہ کرام ہیں جو دین اسلام کے اولین پیرو اور اس کی تعلیمات کا کامل نمونہ تھے۔اس آیت کی بنیاد پر امت مسلمہ کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ دین اسلام میں **اجماع صحابہ** حجت ہے۔اس لئے صحابہ کرام کے راستے اور منہاج سے انحراف بھی دین سلام سے انحراف ہی ہے۔

بعض مفسرین نے سبیل المومنین سے مراد **اجماع امت** لیا ہے یعنی اجماع امت سے انحراف بھی دراصل دین اسلام سے انحراف ہے۔اجماع امت کا مطلب ہے کسی مسئلے میں امت کے تمام علماء وفقہا کا اتفاق یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتفاق یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی ہیں اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کا مطلب دائرہ اسلام سے اخراج ہے۔تاہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتفاق تو بہت سے مسائل میں ملتا ہے یعنی اجماع کی یہ صورت تو ملتی ہے۔ لیکن اجماع صحابہ کے بعد کسی مسئلے میں پوری امت کے اجماع واتفاق کے دعوے تو بہت سے مسائل میں کئے گئے ہیں لیکن فی الحقیقت ایسے اجماعی مسائل بہت ہی کم ہیں۔ جن میں فی الواقع امت کے تمام علماو فقہا کا اتفاق ہو۔تاہم ایسے جو مسائل بھی ہیں، ان کا انکار بھی ناجائز ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔(ترمذی)

پندرھواں رکوع: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ--- (النساء۔115)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

شرک: اکبر اکبائر، شیطان کی عبادت کا مطلب، وقت اور مال میں شیطان کا حصہ، شیطانی عزائم اور ارادے، اللہ کی تخلیق کو بدلنا، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی سے کونسی چیزیں مراد ہیں، شیطانی دھوکہ، جہنم کا ٹھکانہ، اخروی کامیابی کی شرائط: ایمان اور عمل صالح، برے کاموں کا انجام، مرد و عورت دونوں کا اجر برابر، کامیابی کا معیار اور نمونہ، کائنات کی مالک ہستی۔

شرک: اکبر الکبائر

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۔ (النساء۔115)

بیشک اللہ اس گناہ کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جو (گناہ) اس سے نیچے ہے جس کے لئے چاہے معاف فرما دیتا ہے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ واقعی دور کی گمراہی میں بھٹک گیا۔

Surely Allah does not forgive associating ˹others˺ with Him ˹in worship˺ but forgives anything else of whoever He wills. Indeed, whoever associates ˹others˺ with Allah has clearly gone far astray. (4:115)

This applies to those who die without adhering to the Oneness of Allah. But those who repent and mend their ways, their repentance will be accepted (see 25:68-70).

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے قرآن کی کوئی آیت مجھے اس آیت سے زیادہ محبوب نہیں۔ (ترمذی)

حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے:

سب سے زیادہ سچی بات اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور تمام کاموں میں سب سے برا کام دین میں نئی بات نکالنا ہے اور ہر ایسی نئی بات کا نام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا۔ (النساء۔116)

وہ اللہ کو چھوڑ کر نسوانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور اُس باغی شیطان کو معبود بناتے ہیں۔

Instead of Allah, they only invoke female gods and they invoke a rebellious Satan— (4:116)

The pagans of Arabia used to shape their idols as females and give them feminine names such as Al-Lât, Al-'Uzza, and Manât.

No one sets up Satan as his 'god' in the sense that he makes him the object of his ritual worship and declares him to be God. The way to make Satan one's god is to entrust one's reins to him and let go in whichever direction he wants; the relationship between the two is, then, that of worshipper and worshipped. This shows that either absolute, unreserved obedience to or blind following of anyone is tantamount to 'worshipping' him, so that whoever indulges in this kind of absolute obedience is guilty of worshipping a 'god' other than the One True God.

اِنٰثًا سے یہاں مراد یا تو وہ بت ہیں جن کے نام مؤنث تھے جیسے لات، عزیٰ، مناۃ، نائلہ وغیرہ یا مراد فرشتے ہیں کیونکہ مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا گیا کہ وہ شیطان کی بھی عبادت کرتے ہیں۔ **غیر اللہ** مثلاً بتوں، فرشتوں اور دیگر ہستیوں کی عبادت دراصل شیطان کی عبادت ہے۔ کیونکہ شیطان ہی انسان کو اللہ کے در سے چھڑا کر دوسروں کے آستانوں اور چوکھٹوں پر جھکاتا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ہے۔

شیطان کی عبادت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے راستے پر چلنا اور ہر معاملے میں شیطان کی بات ماننا دراصل شیطان کی عبادت کی طرح ہی ہے۔ شیطان کو اس معنی میں تو کوئی بھی معبود نہیں بناتا کہ اس کے آگے کھڑا ہو کر اس کی عبادت اور پرستش ادا کرتا ہو یا اس کو الوہیت کا درجہ دیتا ہو، البتہ اسے معبود بنانے کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی باگیں اور **اپنا کنٹرول شیطان کے ہاتھ میں** دے دیتا ہے۔ اور جدھر جدھر وہ چلاتا ہے ادھر ادھر چلتا ہے گویا کہ یہ اس کا بندہ ہے اور وہ اس کا خدا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے احکام کی بے چون وچرا اطاعت اور اندھی پیروی کرنے کا نام بھی عبادت ہے اور جو شخص اس طرح کی اطاعت کرتا ہے وہ دراصل اس کی عبادت بجالاتا ہے۔

وقت اور مال میں شیطان کا حصہ

وَقَالَ لَاَ تَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۔ (النساء۔118)

شیطان نے اللہ سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے (ان کے مال اور وقت میں) ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا۔

Satan said: I will surely take hold of a certain portion (time and wealth) of Your servants. (4:118)

یعنی شیطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس مکروہ عزم کا اظہار کیا تھا کہ وہ انسانوں کے اوقات میں ان کی محنتوں اور کوششوں میں، ان کی قوتوں اور قابلیتوں میں ان کے مال میں سے اپنا حصہ لے کر رہے گا اور ان کو فریب دے کر ایسا اپنے پیچھے چلائے گا کہ وہ ان ساری چیزوں کا ایک حصہ شیطان کے راستے میں یعنی گناہ کے کاموں میں صرف کریں گے۔

مزید شیطانی عزائم

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا۔ (النساء۔119)

میں انہیں بہکاؤں گا، میں انہیں آرزوؤں میں الجھاؤں گا، میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں ردوبدل کریں گے۔ جس نے اللہ کے بجائے شیطان کو اپنا ولی و سرپرست بنا لیا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔

Satan's intentions

I will certainly mislead them and delude them with empty hopes. Also, I will order them, and they will slit the ears of cattle and alter Allah's creation." And whoever takes Satan as a guardian instead of Allah has certainly suffered a tremendous loss. (4:119)

Slitting the ears of cattle dedicated to idols was a superstitious practice before Islam.

یہ وہ باطل امیدیں ہیں جو شیطان کے وسوسوں اور دخل اندازی سے پیدا ہوتی اور انسانوں کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔ یہ بحیرہ اور سائبہ جانوروں کی علامتیں اور صورتیں ہیں۔ عرب لوگ ان کو بتوں کے نام وقف کرتے تو شناخت کے لئے ان کا کان وغیرہ چیر دیا کرتے تھے۔

اللہ کی تخلیق بدلنا

فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔۔۔ (النساء۔119)

وہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلیاں کریں گے۔۔۔

اللہ کی تخلیق میں تبدیلی سے کیا مراد ہے؟

اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کے کئی مطلب مفسرین نے بیان کئے ہیں:

پہلا مطلب: حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت میں تغییر سے اللہ کے دین میں تبدیلی مراد ہے۔اس قول کی وضاحت یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام قرار دینا یا اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے امور و اشیاء کو حلال بنا دینا۔دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا ہے یعنی اللہ نے فطرتاً انسان کو جس دین پر پیدا کیا ہے اس سے ہٹانا اللہ کی تخلیق میں تبدیلی ہے۔زجاج کہتے ہیں: یہ آیت اپنے عموم پر نہیں بلکہ ایک خاص تناظر میں نازل ہوئی ہے لہٰذا اس میں وہی چیزیں شامل ہیں جو نزول قرآن کے وقت لوگ کرتے تھے یعنی غیر اللہ کے نام پر کان وغیرہ کاٹنا یا چیرنا۔اس کے علاوہ اور کئی صورتیں ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج، پتھر اور آگ وغیرہ اشیاء مختلف مقاصد کے لئے بنائی ہیں، لیکن ان کے مقصد تخلیق کو بدل کر ان کو معبود بنا لینا اللہ کی تخلیق کو بدلنے کی طرح ہے۔اس آیت میں اصل موضوعِ بحث شرک اور شرک سے جڑے افعال کی ممانعت اور مذمت ہے۔

دوسرا مطلب:

تخلیق خدا میں تبدیلی کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ انسان کسی چیز سے وہ کام لے، جس کے لیے اللہ نے اسے پیدا نہیں کیا اور کسی چیز سے وہ کام نہ لے جس کے لیے خدا نے اسے پیدا کیا ہے۔اس آیت کی رو سے شیطان کی گمراہ کن تحریکات مثلاً ہم جنس پرستی، جنس تبدیل کرنا، رہبانیت، مردوں اور عورتوں کو بلا وجہ بانجھ بنانا، مردوں کو خواجہ سرا بنانا، عورتوں کو ان خدمات سے منحرف کرنا جو فطرت نے ان کے سپرد کی ہیں وغیرہ۔یہ اور اس طرح کے دوسرے بے شمار افعال جو دنیا میں ہو رہے ہیں دراصل یہ معنی رکھتے ہیں کہ ان کے کرنے والے لوگ خالق کائنات کے ٹھہرائے ہوئے قوانین فطرت کو غلط سمجھتے ہیں اور ان میں اصلاح کرنا چاہتے ہیں

تیسرا مطلب:

تیسرا قول یہ ہے کہ خدائی ساخت میں ردوبدل کرنے کی مطلق ممانعت نہیں ہے صرف مخصوص جسمانی تصرفات ممنوع ہیں۔ تغیِیْرُ خَلقِ اللہ یعنی اللہ کی تخلیق کو بدلنا کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں۔اس سے مراد تغییر فطرت بھی ہے۔اسی وجہ سے جین ایڈیٹنگ یا کلوننگ کو فقہاء نے ممنوع قرار دیا۔البتہ یہ ممانعت صرف انسانوں یا جانوروں میں ہے نباتات یا پودوں میں نہیں۔ قلمی پھل یا سبزیاں پیدا کرنا بظاہر تخلیق خدا میں تبدیلی ہے مگر بالاتفاق اس کی مکمل اجازت ہے۔

البتہ اگر کسی انسان میں ایسی جسمانی تبدیلی کی ضرورت ہے جو شرعی یا طبّی نقطہ نظر سے یا بحیثیت انسان ایک نارمل زندگی گذارنے کیلئے ضروری ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً ختنہ کرنا، ناخن کاٹنا ایک جسمانی تبدیلی ہے مگر مسنون اعمال ہیں۔اسی طرح اگر کوئی کٹے ہونٹ کے ساتھ پیدا ہوا تو آپریشن کرکے اس کا علاج کردینا بالکل جائز اور درست عمل ہے۔اسی طرح کسی جسمانی عیب کی اصلاح کیلئے سرجری کرانا بھی اس سے مستثنیٰ ہے۔قرآن کے اندر فرمایا گیا کہ :لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔۔ ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت کے ساتھ پیدا کیا۔(سورۃ التین) کسی وجہ سے چہرہ یا جلد جل گئی تو اس کی پلاسٹک سرجری کرکے اس کو نارمل حالت پر واپس لانا بھی درست ہے۔البتہ بلا خاص وجہ محض زیادہ خوبصورت نظر آنے کیلئے پلاسٹک سرجری سے اجتناب کرنا چاہئے۔ بعض احادیث میں بعض جمالیاتی تصرفات کی ممانعت کی گئی ہے مثلاً بالوں میں دوسرے بال لگوانا(وصل)، جسم کو گودنا یا گدوانا(وشم)،ابرؤوں کو باریک کروانا(نمص) دانتوں کے درمیان فاصلہ کروانا(تفلیج) کی ممانعت آئی ہے۔البتہ اگر کوئی جسمانی تصرف طبی ضرورت کیلئے کیا جائے مثلاً دانتوں کی صحت کیلئے، یا جلد کی صحت کیلئے مثلاً سکن ٹیگ کو ختم کرنا وغیرہ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جسمانی ساخت میں ہر تبدیلی ممنوع نہیں ہے۔

شیطانی دھوکہ

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔ (النساء۔120)

وہ (شیطان) ان سے جھوٹے وعدے کرتا رہے گا، اور سبز باغ دکھاتا رہے گا، (مگر یاد رکھو!) شیطان کے جو وعدے ہیں وہ سراسر فریب کاریاں ہیں۔

Satan's Deception

Satan only makes them ˹false˺ promises and deludes them with ˹empty˺ hopes. Truly Satan promises them nothing but delusion. (4:120)

شیطان کا سارا کاروبار ہی وعدوں اور امیدوں کے بل پر چلتا ہے۔ وہ انسان کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر جب کسی غلط راستے کی طرف لے جانا چاہتا ہے تو اس کے آگے سبز باغ پیش کر دیتا ہے۔ کسی کو انفرادی لطف و لذت اور کامیابیوں کی امید، کسی کو دنیاوی کامیابی اور سربلندی کی توقع، کسی کو فلاح و بہبود کا یقین، کسی کو صداقت تک پہنچ جانے کا اطمینان، کسی کو یہ بھروسہ کہ نہ خدا ہے نہ آخرت، بس مر کر مٹی ہو جانا ہے، کسی کو یہ تسلی کہ آخرت ہے بھی تو وہاں کی گرفت سے فلاں کے طفیل اور فلاں کے صدقے میں بچ نکلو گے۔ غرض جو جس وعدے اور جس توقع سے فریب کھا سکتا ہے اس کے سامنے وہی پیش کرتا ہے اور اپنے جال میں پھانس لیتا ہے۔

جہنم کا ٹھکانہ

أُولَٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا۔ (النساء۔121)

یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔

For these people, their abode shall be Hell and from there they shall find no way of escape. (4:121)

ایمان اور عمل صالح

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۔ (النساء۔122)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو ہم جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اور وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچا ہو گا۔

Faith accompanied by good deeds

And those who have Faith and do good, We will soon admit them into Gardens under which rivers flow, to stay there for ever and ever. Allah's promise is ˹always˺ true. And whose word is more truthful than Allah's? (4:122)

اخروی کامیابی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے: ایک ایمان اور دوسرا نیک اعمال۔

آیت کے دوسرے حصے میں یہ حقیقت بتائی گئی کہ شیطانی وعدے تو سراسر دھوکا اور فریب ہیں لیکن اس کے مقابلے میں اللہ کے وعدے جو اس نے اہل ایمان سے کئے ہیں سچے اور برحق ہیں اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہو سکتا ہے۔ لیکن انسان کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ یہ سچوں کی بات کو کم مانتا ہے اور جھوٹوں کے پیچھے زیادہ چلتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ شیطانی چیزوں کا چلن عام ہے اور ربانی کاموں کو اختیار کرنے والے ہر دور میں اور ہر جگہ کم ہی رہے ہیں اور کم ہی ہیں۔

برے کاموں کا انجام

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۔ (النساء۔123)

(اخروی نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو شخص برائی کرے گا خود ہی اس کی سزا پائے گا اور اللہ کے مقابلہ میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پاسکے گا۔

˹Divine Grace˺ is not obtained by your wishful thinking nor those of the People of the Scripture. Whoever commits evil will be rewarded accordingly, and they will find no protector or helper besides Allah. (4:123)

آیت میں اہل کتاب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی خطاب فرمایا ہے کہ وہ بھی یہود و نصاریٰ کی سی غلط فہمیوں، خوش فہمیوں اور عمل سے خالی آرزوؤں اور تمناؤں سے اپنا دامن بچا کر رکھیں۔

یہ آیت ایک لمحہ فکریہ ہے کہ محض دعوؤں اور تمناؤں میں نہ لگیں، بلکہ عمل کی فکر کریں کیونکہ کامیابی صرف اس سے نہیں کہ تم فلاں نبی یا فلاں کتاب کے نام لینے والے ہو، بلکہ اصل فلاح اس میں ہے کہ اس پر صحیح ایمان اور اس کے مطابق اعمال صالح کے پابند رہو۔ لیکن افسوس مسلمان اس تنبیہ کے باوجود انہی خام خیالیوں میں مبتلا ہو گئے جن میں سابقہ امتیں گرفتار ہوئیں تھیں۔ اور آج بے عملی اور بد عملی مسلمانوں کا شعار بنی ہوئی ہے۔ اہل کتاب اپنے متعلق بڑی خوش فہمیوں میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خوش فہمیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا کہ آخرت کی کامیابی محض امیدوں پر اور آرزؤں سے نہیں ملے گی اس کے لئے تو ایمان اور عمل صالح کی پونجی ضروری ہے۔ اگر اس کے برعکس نامہ اعمال میں برائیاں ہوں گی تو اسے ہر صورت میں اس کی سزا بھگتنی ہو گی، وہاں کوئی ایسا دوست یا مددگار نہیں ہو گا جو برائی کی سزا سے بچا سکے۔

مرد اور عورت دونوں کا اجر برابر

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا۔ (النساء۔124)

اور جو کوئی اچھے کام کرے گا چاہے مرد ہے یا عورت بشر طیکہ وہ ایماندار ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہو گی۔

But those who do good—whether male or female—and have faith will enter Paradise, and not the least injustice will be done to them. (4:124)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال کی قبولیت کا ایک ہی معیار ہے اور وہ مرد و عورت کیلئے برابر ہے۔

کامیابی کا معیار اور نمونہ

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔ (النساء۔125)

اُس شخص سے زیادہ خوش نصیب کون ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور نیکو کار بھی ہو اور یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کی، اُس ابراہیمؑ کے طریقے کی جسے اللہ نے اپنا دوست بنا لیا تھا۔

Key to Success

And who is better in faith than those who ⌜fully⌝ submit themselves to Allah, do good, and follow the Way of Abraham, the upright? Allah chose Abraham as a close friend. (4:125)

یعنی اس شخص سے بہتر کسی کا عمل نہیں ہو سکتا جس میں دو باتیں پائی جائیں:

1۔ ایک اسلم وجھہ للہ یعنی اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کر دے۔ ریاکاری یا دنیا سازی کے لئے نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے عمل کرے۔

2۔ دوسرے وھو محسن یعنی وہ عمل بھی درست طریقہ پر کرے۔ امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ درست طریقہ پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا عمل خود ساختہ نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی سنت کے مطابق ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی عمل کے مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک اخلاص اور دوسرے سنت رسول ؐ کے مطابق ہو۔ان دو شرطوں میں سے پہلی شرط اخلاص کا تعلق انسان کے باطن یعنی قلب سے ہے اور دوسری شرط یعنی موافقت سنت کا تعلق انسان کے ظاہر سے ہے، جب یہ دونوں شرطیں کسی شخص نے پوری کر لیں تو اس کا ظاہر و باطن درست ہو گیا اور جب ان میں سے کوئی شرط مفقود ہوئی تو عمل فاسد ہو گیا، اخلاص نہ رہنے کی وجہ سے وہ عمل اللہ کے ہاں نا مقبول ہو گیا۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے بار بار حسن عمل یعنی اتباع سنت کی تاکید فرمائی۔سورۃ ملک میں ہے: لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔یہاں پر احسن عملاً فرمایا اکثر عملاً نہیں فرمایا، یعنی کثرت عمل کا ذکر نہیں، بلکہ اچھا عمل کرنے کا ذکر ہے، اور اچھا عمل وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں کامیابی کا ایک معیار اور اس کا ایک نمونہ بیان کیا جا رہا ہے۔معیار یہ ہے کہ اپنے کو اللہ کے سپرد کر دے محسن بن جائے اور ملت ابراہیمیؑ کی پیروی کرے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا۔خلیل کے معنی ہیں کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس طرح راسخ ہو جائے کہ کسی اور کے لئے اس میں جگہ نہ رہے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے بھی اپنا خلیل بنایا ہے جس طرح اس نے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا۔(صحیح مسلم کتاب المساجد)

کائنات کی مالک ہستی

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ مُّحِيۡطًا۔ (النساء۔126)

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے۔

Lord of the Universe

To Allah ˹alone˺ belongs whatever is in the heavens and whatever is on the earth. And Allah is Fully Aware of everything. (4:126)

سولہواں رکوع: وَيَسۡتَفۡتُوۡنَكَ فِى النِّسَآءِ۔۔۔ (النساء۔127)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

یتیم خواتین اور بچوں کے بعض احکامات، تمہاری بھلائیاں اللہ کے علم میں ہیں، ازدواجی زندگی سے متعلق چند قرآنی ہدایات، میاں بیوی میں صلح و خیر کا اصول (والصّلح خیـر)، صلح کی بنیاد پر مسائل کا حل اور معاملات کی سیٹلمنٹ، ازدواجی حقوق میں عدل و انصاف، بعض دفعہ علیحدگی اور طلاق میں بھی خیر اور حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ کائنات کے خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، سب کی نگہبانی کیلئے اللہ ہی کافی ہے، دین کا کام تمہارا محتاج نہیں، اللہ یہ خدمت کسی اور سے بھی لے سکتا ہے، دنیا و آخرت کا اجر۔

یتیم خواتین اور بچوں کے بعض احکامات

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِى النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ فِىْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِىْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۔۔ (النساء۔127)

یہ لوگ آپ سے یتیم لڑکیوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیں کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں حکم دیتا ہے اور جو حکم تم کو (پہلے سے) کتابِ مجید میں سنایا جا رہا ہے (وہ بھی) ان یتیم عورتوں ہی کے بارے میں ہے جنہیں تم وہ (حقوق) نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اور چاہتے ہو کہ (ان کا مال قبضے میں لینے کی خاطر) ان کے ساتھ خود نکاح کر لو اور نیز بے بس بچوں کے بارے میں (بھی حکم) ہے کہ یتیموں کے معاملے میں انصاف پر قائم رہا کرو، اور تم جو بھلائی بھی کرو گے تو بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔

They ask you ˹O Prophet˺ regarding women. Say: Allah instructs you about them and reminds you of the injunctions which were recited to you in the Book about female orphans whom you do not give what has been ordained for them and whom you wish to marry (out of greed) and the commandments relating to the children who are weak and helpless. Allah directs you to treat the orphans with justice. Allah is well aware of whatever good you do. (4:127)

Allah (swt) once again emphasizes the good treatment regarding orphans especially orphan girls and their wellbeing later in life e.g family life, marriage etc. This shows the importance of the rights of orphans in the sight of Allah. The protection of their rights has already been stressed at the start of this Surah.

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان احکام کی پابندی پر پھر ایک مرتبہ زور دیا ہے جو اسی سورۃ کے آغاز میں یتیم لڑکیوں کے متعلق بالخصوص اور یتیم بچوں کے متعلق بالعموم ارشاد فرمائے تھے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی نگاہ میں یتیموں کے حقوق کی اہمیت کتنی زیادہ ہے۔ابتدائی دور کوعوں میں ان کے حقوق کے تحفظ کی تاکید بڑی شدت کے ساتھ کی جاچکی تھی مگر اس پر اکتفا نہیں کیا گیا۔اب جو معاشرتی مسائل کے ذکر سے پہلے یتیموں کے حقوق کا اعادہ کیا گیا۔

اس آیت (النساء۔127)میں مال کے لالچ میں یتیم بچیوں کو شادی سے روکنے کی مذمت بیان کی جارہی ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی پرورش میں کوئی مالدار یتیم بچی ہو اب یہ شخص مال کے لالچ میں چاہتا ہو کہ اس یتیم سے میں خود ہی نکاح کرلوں۔اس بنا پر اس کو دوسری جگہ شادی کرنے سے روکتا ہے ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔(بحوالہ بخاری شریف)

تمہاری بھلائیاں اللہ کے علم میں ہیں

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ كَانَ بِہٖ عَلِيْمًا۔ (النساء۔127)

تم جو نیک کام کرو، بے شبہ اللہ اسے پوری طرح جاننے والا ہے۔

And whatever good work you do is certainly well known to Allah. (4:127)

ازدواجی زندگی سے متعلق چند قرآنی ہدایات

میاں بیوی میں صلح و خیر کا اصول

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ: صلح بہتر ہے

صلح کی بنیاد پر معاملات کی سیٹلمنٹ

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ (النساء۔128)

جب کسی عورت کو اپنے شوہر سے حقوق ادا نہ کرنے یا بے پرواہی کا اندیشہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر میاں اور بیوی (کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر) آپس میں صلح کر لیں۔ صلح بہر حال بہتر ہے نفس تنگ دلی کے طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں، لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور خدا ترسی سے کام لو تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارے اس طرز عمل سے بے خبر نہ ہوگا۔

Settlement between husband and wife

If a woman fears indifference or neglect from her husband, there is no blame on either of them if they seek ˹fair˺ settlement, which is best. Humans are ever inclined to selfishness. But if you are gracious and mindful ˹of Allah˺, surely Allah is All-Aware of what you do. (4:128)

سورۃ نساء کی ابتدائی آیات میں حقوق الزوجین کے ضمن میں تعدد ازواج کی اجازت دی گئی مگر اس کے ساتھ عدل یعنی مساویانہ برتاؤ کو شرط قرار دیا گیا۔ اگر کوئی آدمی اس معاملے میں عدل نہ کر سکے تو اس کو ایک ہی بیوی رکھنے کی تاکید کی گئی۔

اب تعدد ازواج کی صورت میں اگر کسی شخص کی ایک بیوی دائم المرض ہے، عمر رسیدہ ہے یا بوجوہ ازدواجی تعلقات کے قابل نہیں رہی تو کیا وہ مجبور ہے کہ دونوں کے ساتھ یکساں رغبت رکھے؟ یکساں محبت رکھے؟ جسمانی تعلق میں بھی یکساں برتے؟ اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو کیا یہ عدل کے خلاف ہوگا؟ کیا وہ بوڑھی یا بیمار بیوی کو طلاق دے کر بے سہارا کر دے صرف اس بنیاد پر کہ وہ عدل نہیں کر سکتا؟ کیا ایسا کرنا عدل ہوگا یا عدل کے خلاف ہوگا؟ یہ سوالات ہیں جن کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں میاں بیوی آپس میں جن شرائط پر رضامند ہو جائیں وہ جائز ہے۔ (ابن کثیرؒ)

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ: صلح بہتر ہے کا ایک معنی تو یہ بیان کیا گیا کہ میاں بیوی ناچاقی کی صورت میں کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر آپس میں سیٹلمنٹ کر لیں اور آپس میں مل کر رہیں تاکہ ناموافقت کی صورت میں بھی طلاق کی نوبت نہ آئے۔ یہ صورت طلاق دینے اور لینے سے بہتر ہے۔ چونکہ صلح انتشار سے بہتر ہے اس لئے یہاں فرمادیا کہ صلح خیر ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ تمام حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسند چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔

حدیث: ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ عورتوں کے درمیان مساوات رکھتے تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرماتے تھے الٰہی یہ وہ تقسیم ہے جو میرے بس میں تھی اب جو چیز میرے اختیار سے باہر ہے یعنی قلبی میلان اس میں تو مجھے ملامت نہ کرنا۔(ابوداؤد)

آیت کے آخری حصہ میں مردوں کو فرمایا گیا: وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللہ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا۔ یعنی تمہارا احسان اور تقویٰ اختیار کرنا یعنی عورت کی طرف سے ناراضگی سے درگذر کرنا اور باوجود ناپسندیدگی کے بیوی کو پورا حق دینا یہ بہترین فعل ہے جسے اللہ بخوبی جانتا ہے اور جس پر وہ تمہیں بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔

اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ اگر صلح کی تمام کوششیں رائیگاں چلی جائیں اور طلاق کی نوبت آہی جائے اور دونوں الگ ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ دونوں کو ایک کو دوسرے سے بے نیاز کردے گا۔ ہوسکتا ہے بیوی کو پہلے سے اچھا شوہر مل جائے، اسی طرح ممکن ہے کہ شوہر کو پہلے سے بہتر بیوی مل جائے۔ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے، وہ بڑے احسان والا ہے، ساتھ ہی وہ حکیم بھی ہے، اس کے تمام افعال، ساری تقدیریں حکمت سے بھری ہوئی ہیں۔

ازدواجی حقوق میں عدل وانصاف

وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَۃِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللہ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (النساء۔129)

اور تم کتنا ہی کیوں نہ چاہو عورتوں کے درمیان مکمل انصاف نہیں کر سکتے ہو لٰہذا بالکل ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری بیوی کو معلق چھوڑ دو۔ اور اگر اصلاح کر لو اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

Justice in marital rights!

You will never be able to maintain ˹emotional˺ justice between your wives—no matter how keen you are. So do not totally incline towards one leaving the other in suspense. And if you do what is right and are mindful ˹of Allah˺, surely Allah is All-Forgiving, Most Merciful. (4:129)

This verse means that do not leave your wife hanging—not fully enjoying the rights of a married woman and not fully divorced.

یہ ایک فطری بات ہے کہ اگر ایک شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو دلی تعلق اور محبت میں وہ سب کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کر سکتا۔ کیونکہ محبت، فعل قلب ہے جس پر کسی کو اختیار نہیں۔ خواہش کے باوجود انصاف نہ کرنے سے مطلب یہی قلبی میلان ہے اگر یہ قلبی محبت ظاہری حقوق کی مساوات میں مانع نہ بنے تو عند اللہ قابل مؤاخذہ نہیں۔ جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا نہایت عمدہ نمونہ پیش فرمایا۔ لیکن عام طور پر لوگ اس قلبی محبت کی وجہ سے دوسری بیویوں کے حقوق کی ادائیگی میں بہت کوتاہی کرتے ہیں۔ اپنی محبوب بیوی کی طرف مکمل میلان رکھ کر دوسری بیویوں کے حقوق ادا نہیں کرتے اور انہیں **معلقہ** اور بے آسرا بنا کر رکھ چھوڑتے ہیں، نہ انہیں طلاق دیتے ہیں نہ حقوق زوجیت ادا کرتے ہیں۔ یہ انتہائی ظلم ہے جس سے اس آیت میں روکا گیا ہے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف ہی مائل ہو (یعنی دوسری کو نظر انداز کئے رکھے) تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ اس کے جسم کا آدھا حصہ ساقط یعنی فالج زدہ ہو گا۔ (ترمذی)

بعض دفعہ طلاق اور جدائی میں بھی خیر اور حکمت پوشیدہ ہوتی ہے

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا۔ (النساء۔130)

اور اگر میاں بیوی (میں موافقت نہ ہو سکے اور) ایک دوسرے سے جدا ہی ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ وسعت کرنے والا حکمت والا ہے۔

But if they choose to separate (by divorce), Allah will enrich both of them from His bounties. And Allah is Ever-Bountiful, All-Wise. (4:130)

یہ **آخری آپشن** ہے کہ کوشش کے باوجود اگر میاں بیوی میں مصالحت کی کوئی صورت نہ بنے تو پھر طلاق کے ذریعے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ ممکن ہے علیحدگی کے بعد مرد کو **مطلوبہ صفات والی بیوی** اور عورت کو **مطلوبہ صفات والا مرد** مل جائے۔

اسلام میں اگرچہ طلاق کو سخت ناپسند کیا گیا ہے، طلاق حلال تو ہے لیکن یہ ایسا حلال ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے۔اس کے باوجود اللہ نے اس کی اجازت دی ہے اس لئے کہ بعض دفعہ حالات ایسے موڑ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہوتا اور فریقین کی بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرلیں۔مذکورہ حدیث (ابغض الحلال الی اللہ الطلاق) صحت اسناد کے اعتبار سے اگرچہ ضعف ہے تاہم قرآن وسنت کی نصوص سے یہ واضح ہے کہ طلاق (یا خلع، فسخ نکاح) کا حق بطور آخری آپشن ہی استعمال کرنا چاہیے جب نباہ کی کوئی صورت کسی طرح بھی نہ بن سکے۔

کائنات کے خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا۔ (النساء۔131)

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو لیکن اگر تم نہیں مانتے تو نہ مانو، آسمان و زمین کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہی ہے اور وہ بے نیاز اور قابل حمد و ثناء ہے۔

To Allah belongs whatever is in the heavens and whatever is on the earth. Indeed, We have commanded those given the Scripture before you, as well as you, to be mindful of Allah. But if you disobey, then ˹know that˺ to Allah belongs whatever is in the heavens and the earth. And Allah is Self-Sufficient, Praiseworthy. (4:131)

سب کی نگہبانی کیلئے اللہ ہی کافی ہے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔ (النساء۔132)

اور وہ سب کی نگرانی اور کفالت کے لئے کافی ہے۔

And Allah is sufficient as a Trustee of Affairs. (4:132)

دین کا کام تمہارا محتاج نہیں

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا۔ (النساء۔133)

لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کردے اور (تمہاری جگہ) اور لوگوں کو پیدا کردے۔ اور خدا اس بات پر قادر ہے۔

Allah can make replacement

If He wills, He can take you away, O people, and replace you with others. And Allah is Most Capable to do so. (4:133)

یہ اللہ تعالٰی کی قدرت قاہرہ وکاملہ کا اظہار ہے جب کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔ (سورۃ محمد:38) اگر تم پھر وگے تو وہ تمہاری جگہ اوروں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہونگے۔

دنیا و آخرت کا اجر

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا۔ (النساء۔134)

جو کوئی دنیا کا انعام چاہتا ہے تو اللہ کے پاس دنیا و آخرت (دونوں) کا انعام ہے، اور اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

Reward of both worlds

Whoever desires the reward of this world, then ˹let them know that˺ with Allah are the rewards of this world and the Hereafter. And Allah is All-Hearing, All-Seeing. (4:134)

The section ends with the assertion that God is All-Seeing and All-Hearing. This means that God is fully aware of the actions of His creatures. God governs the universe with full knowledge and awareness. He has an eye on the capacities and ambitions of all human beings and knows their qualities exactly. He is fully aware of the purposes to which people devote their efforts and energies. Anyone who ‘wilfully decides to be disobedient to God should

therefore not cherish hopes of receiving the favours reserved for those who obey Him.

یہ قرآنی اسلوب ہے کہ شرعی احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ چند واعظانہ جملے ضرور ارشاد فرماتا ہے اور اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو ان احکام کی پابندی پر آمادہ کیا جائے۔ اس رکوع میں چونکہ عورتوں اور یتیم بچوں کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کی ہدایت کی گئی ہے لٰہذا اس کے بعد ضروری سمجھا گیا کہ چند باتیں اہل ایمان کے ذہن نشین کر دی جائیں۔

1۔ ایک یہ کہ تم کبھی غلط فہمی میں نہ رہنا کہ کسی کی قسمت کا بنانا اور بگاڑنا تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر تم کسی عورت یا یتیم کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لوگے تو اس کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا، ہرگز نہیں، تمہاری، ان کی، سب کی قسمتوں کا مالک اللہ ہے اور اللہ کے پاس اپنے کسی بندے یا بندی کی مدد کا ایک تم ہی واحد ذریعہ نہیں ہو۔ اس مالک زمین و آسمان کے ذرائع بے حد وسیع ہیں اور وہ اپنے ذرائع سے کام لینے کی حکمت بھی رکھتا ہے۔

2۔ دوسرے یہ کہ تمہیں اور تمہاری طرح پچھلے تمام انبیاء کی امتوں کو ہمیشہ یہی ہدایت کی جاتی رہی ہے کہ خدا ترسی کے ساتھ کام کرو۔ اس ہدایت کی پیروی میں تمہاری اپنی فلاح ہے، خدا کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر تم اس کی خلاف ورزی کروگے تو پچھلی تمام امتوں نے نافرمانیاں کر کے رب کا کیا بگاڑ لیا ہے جو تم بگاڑ سکوگے۔ اس مالک کائنات کو نہ پہلے کسی کی پروا تھی نہ اب تمہاری پروا ہے۔ اس کے امر سے انحراف کروگے تو وہ تم کو ہٹا کر کسی دوسری قوم کو سربلند کر دے گا اور تمہارے ہٹ جانے سے اس کی سلطنت کی رونق میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

3۔ تیسرے یہ کہ خدا کے پاس دنیا کے فائدے بھی ہیں اور آخرت کے فائدے بھی، عارضی اور وقتی فائدے بھی ہیں، پائیدار اور دائمی فائدے بھی۔ اب یہ تمہارے اپنے ظرف اور حوصلے اور ہمت کی بات ہے کہ تم اس سے کس قسم کے فائدے چاہتے ہو۔ اگر تم محض دنیا کے چند روزہ فائدوں ہی پر راضی ہو اور ان کی خاطر ابدی زندگی کے فائدوں کو قربان کر دینے کے لیے تیار ہو تو خدا یہ کچھ تم کو یہیں اور ابھی دے دے گا، مگر پھر آخرت کے ابدی فائدوں میں تمہارا کوئی حصہ نہ رہے گا۔ لٰہذا اطاعت و بندگی کا وہ راستہ اختیار کرو جس سے دنیا اور آخرت دونوں کے فائدے تمہارے حصہ میں آئیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا گیا:

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا۔ (النساء۔134)

اللہ سمیع و بصیر ہے۔ یعنی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اندھا اور بہرا نہیں ہے کہ کسی لاپرواہ بادشاہ کی طرح کام کرے اور اپنی عطاء و بخشش میں بھلے اور برے کے درمیان کوئی تمیز نہ کرے۔ وہ پوری باخبری کے ساتھ اپنی اس کائنات پر فرمانروائی کر رہا ہے۔ ہر ایک کے ظرف اور ہر ایک کی نیت پر اس کی نگاہ ہے۔ ہر ایک کے اوصاف کو وہ جانتا ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ تم میں سے کون کس راہ میں اپنی محنتیں اور کوششیں صرف کر رہا ہے۔ تم اس کی نافرمانی کا راستہ اختیار کر کے ان بخششوں کی امید نہیں کر سکتے جو اس نے صرف فرماں برداری ہی کے لیے مخصوص کی ہیں۔

اس آیت کا درس یہی ہے کہ جیسے کوئی شخص دین کا کام صرف دنیاوی فائدے کیلئے کرے تو کتنی نادانی کی بات ہے۔ جب اللہ تعالٰی دنیا و آخرت دونوں کا ثواب عطا فرمانے پر قادر ہے تو پھر اس سے ایک ہی چیز کیوں طلب کی جائے؟ انسان دونوں ہی کا طالب کیوں نہ بنے۔

سترہواں رکوع: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ۔۔ (النساء۔135)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

عدل وانصاف کے علمبردار بنو، عدل وانصاف کی گواہی، گواہی میں ہیر پھیر نہ کرو، ایمان کی تکمیل مکمل اطاعت میں مضمر ہے، ایمان لانے کے دو مطلب، ایمان کوئی مذاق نہیں کہ جب چاہا مان لیا، جب چاہا انکار کر دیا، صحبت بد سے بچو۔

عدل وانصاف کی گواہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ (النساء۔135)

اے ایمان والو! عدل انصاف پر قائم رہو خدا کے واسطے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ وہ (جس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہے) چاہے امیر ہو چاہے فقیر ہو بہر حال اللہ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم گواہی میں کج بیانی یا ہیر پھیر کرو گے یا (گواہی سے) بچنا چاہو گے تو (جان رکھو) خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

Always stand for Justice and fairness

O, You who have faith! Stand firm for justice as witnesses for the sake of Allah even if it is against yourselves, your parents, or close relatives. Be they rich or poor, Allah is best to ensure their interests. So do not let your desires cause you to deviate ⌈from justice⌉. If you distort the testimony or refuse to give it, then ⌈know that⌉ Allah is certainly All-Aware of what you do. (4:135)

اس آیت میں یہ فرمانے پر اکتفا نہیں کیا گیا کہ انصاف کی روش پر چلو، بلکہ یہ فرمایا کہ انصاف کے علمبردار بنو۔ تمہارا کام صرف انصاف کرنا ہی نہیں ہے بلکہ انصاف کا جھنڈا لے کر اٹھنا بھی ہے۔ تمہیں اس بات پر کوششوں اور صلاحیتوں کو صرف کرنا چاہیے تاکہ عدل و انصاف کا بول بالا ہو۔ عدل کو اپنے قیام کے لیے جس سہارے کی ضرورت ہے، مومن ہونے کی حیثیت سے تمہارا مقام یہ ہے کہ وہ سہارا تم بنو۔

اس آیت میں عدل و انصاف کی تاکید اور اس کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے ان کا اہتمام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو عدل و انصاف قائم کرنے اور حق کے مطابق گواہی دینے کی تاکید فرمارہا ہے چاہے اس کی وجہ سے انہیں یا ان کے والدین اور رشتہ داروں کو نقصان ہی اٹھانا پڑے۔ اسی طرح خواہشات نفس، عصبیت یا بغض تمہیں انصاف کرنے سے نہ روک دے۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ (المائدہ:8)۔

شہادت یعنی گواہی میں ہیر پھیر نہ کرو۔ اسی طرح گواہی کو مت چھپاؤ۔ قیام عدل میں تم ایک دوسرے کے معاون اور دست بازو بنو۔ صرف اللہ کی رضا تمہارے پیش نظر ہو، کیونکہ اس صورت میں تم تحریف، تبدیل اور کتمان سے گریز کرو گے اور تمہارا فیصلہ عدل کی میزان میں پورا اترے گا۔ عدل و انصاف کی زد اگر تم پر یا تمہارے والدین پر یا دیگر قریبی رشتے داروں پر بھی پڑے تب بھی تم پرواہ مت کرو اور اپنی اور ان کی رعایت کے مقابلے میں عدل کے تقاضوں کو اہمیت دو۔ عدل و انصاف میں امیر غریب کا فرق بھی مت کرو۔ فیصلے میں خواہش نفس، عصبیت اور دشمنی آڑے نہیں آنی چاہیۓ۔ بلکہ ان کو نظر انداز کر کے بے لاگ عدل کرو۔ عدل و انصاف کا یہ اہتمام جس معاشرے میں ہو گا، وہاں امن و سکون اور اللہ کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو گا۔

ایمان کی تکمیل مکمل اطاعت میں مضمر ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۔ (النساء۔136)

اے ایمان والو! اللہ تعالٰی پر اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل فرمائی گئی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالٰی سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے انکار کرے تو وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

O you who have faith! Believe in Allah, His Messenger, the Book He has revealed to His Messenger, and the Scriptures He revealed before. Indeed, whoever denies Allah, His angels, His Books, His messengers, and the Last Day has clearly gone far astray. (4:136)

ایمان والوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ ایمان میں پورے پورے داخل ہو جائیں۔

ایمان لانے کے دو مطلب

ایمان لانے والوں سے کہنا کہ ایمان لاؤ بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن دراصل یہاں لفظ ایمان دو الگ معانی میں استعمال ہوا ہے۔

ایمان لانے کا ایک مطلب یہ ہے کہ آدمی انکار کے بجائے اقرار کی راہ اختیار کرے، نہ ماننے والوں سے الگ ہو کر ماننے والوں میں شامل ہو جائے۔

ایمان لانے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی جس چیز کو مانے اسے سچے دل سے مانے۔ پوری سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ مانے۔ اپنی فکر کو، اپنی پسند کو، اپنے رویے اور چلن کو، اپنی سعی وجہد کے مصرف کو، اپنے کردار کو بالکل اس عقیدے کے مطابق بنالے جس پر وہ ایمان لایا ہے۔ آیت میں خطاب ان تمام مسلمانوں سے ہے جو پہلے معنی کے لحاظ سے "ماننے والوں" میں شمار ہوتے ہیں۔ اور ان سے مطالبہ یہ کیا گیا ہے کہ دوسرے معنی کے لحاظ سے بھی سچے مومن بنیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے سورۃ الفاتحہ میں ہدایت یافتہ لوگوں کو دعا سکھلائی گئی: اھدنا الصراط المستقیم۔ اس سے مراد ہدایت پر ثابت قدمی کی دعا ہے۔ ہدایت والوں کو ہدایت کی طلب کرنے کا حکم دینا ایسے ہی ہے جیسے اس آیت میں ایمان والوں کو ایمان لانے

کا حکم دینا ہے۔ مراد دونوں جگہ ثابت قدمی اور استمرار ہے اور ایسے اعمال پر ہمیشگی کرنا جو اس مقصد کے حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہوں۔

دوسری جگہ اللہ رب العزت نے اپنے ایمان دار بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ یہ دعا کریں: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ یعنی اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما تو بہت بڑا دینے والا اور عطا کرنے والا ہے۔ (آل عمران:8)

ایمان کوئی مذاق نہیں کہ جب چاہا مان لیا جب چاہا انکار کر دیا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا۔ (النساء۔137)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر (ایمان کا) انکار کر دیا پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا پھر انکار میں بڑھتے رہے تو اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں راہ ہدایت دکھائے گا۔

Faith is not a Joke

As for those who believe, then reject the faith, then believe again, then reject the faith again and become increasingly defiant, God will not forgive them, nor will He guide them on any path. (4:137)

This Verse refers to those for whom religion or faith is no more than a joke or entertainment, a toy with which they like to play as long as it suits their needs and desires.

اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے لیے دین محض ایک غیر سنجیدہ تفریح ہے۔ ایک کھلونا ہے جس سے وہ اپنے تخیلات یا اپنی خواہشات کے مطابق کھیلتے رہتے ہیں۔ جب چاہا مسلمان ہو گئے اور جب چاہا اسلام چھوڑ دیا۔ جب فائدہ مسلمان بن جانے میں نظر آیا، مسلمان بن گئے اور جب فائدہ دوسری طرف نظر آیا تو بلا تکلف اسی طرف چلے گئے۔ ایسے لوگوں کا دین و مذہب سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا، یہ محض مفاد پرستوں کا ٹولہ ہوتا ہے۔ جہاں چار ٹکے کا فائدہ نظر آیا اس طرف چلے گئے۔ ہر زمانہ کے منافقین کی

یہی خصوصیت رہی ہے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے جو فائدے حاصل کیے جاسکتے ہیں ان کو یہ اپنے زبانی اقرار اور دائرہ اسلام میں برائے نام شمولیت کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں۔اور جو فائدے دوسری طرف حاصل ہونے ممکن ہیں ان کی خاطر یہ دشمنان اسلام سے جا ملتے ہیں۔ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے پاس نہ مغفرت ہے نہ ہدایت۔اور یہ جو فرمایا کہ ''پھر اپنے انکار میں بڑھتے چلے گئے'' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اسلام دشمنی میں اس قدر آگے چلا جائے کہ محض اسلام سے انکار پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ اس کے بعد دوسرے لوگوں کو بھی اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرے،اسلام کے خلاف خفیہ سازشیں اور علانیہ تدبیریں شروع کردے،اور اپنی زندگی کا مقصد اسلام دشمنی بنالے،ایسے شخص کا اخروی وبال اس شخص سے زیادہ ہے جو محض منکر ہو۔

صحبت بد سے بچو

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُبِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ۔(النساء۔140)

اور اللہ نے تم پر قرآن میں حکم اتارا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں ورنہ تمہارا شمار بھی انہیں میں ہوگا۔

He has already revealed to you in the Book that when you hear Allah's revelations being denied or ridiculed, then do not sit in that company unless they engage in a different topic or you will be like them....(4:140)

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ۔ یعنی اگر تم ایسی مجلسوں میں جہاں آیات الٰہی یعنی دین کا مذاق اڑایا جاتا ہو بیٹھو گے اور اس پر نکیر نہیں کرو گے تو پھر تم بھی گناہ میں ان کے برابر کے شریک ہوگے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایسی مجلسوں اور اجتماعات میں شریک ہونا،جن میں اللہ اور رسولؐ کے احکام کا قولاً یا عملاً مذاق اڑایا جاتا ہو جیسے آجکل کے امراء، فیشن ایبل اور ایلیٹ کلاس حلقوں میں بالعموم ایسا ہوتا ہے تو ایسی گستاخانہ گفتگو میں شریک رہنا سخت گناہ ہے ۔امام ابو بکر حصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس مجلس میں کوئی گناہ ہو رہا ہو تو مسلمان پر نہی عن المنکر کے ضابطہ سے یہ لازم ہے کہ اگر اس کو منع کرنے کی قدرت نہیں ہے تو کم از کم اس گناہ میں شریک نہ ہو جس کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ اس مجلس سے اٹھ جائے۔

پانچویں پارے کا آخری رکوع: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔۔۔ (النساء۔142)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

منافقین کی بداعمالیاں اور ان کا انجام، منافق کی نماز، ایمان میں تذبذب اور کنفیوژن، ہدایت سے محرومی کا مطلب، توبہ، اصلاح، دین پر استقامت، اخلاص، اگر ایمان اور شکر پیدا کرو تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔

منافقین کی بداعمالیاں اور انجام

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (النساء۔142)

یہ منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ وہ انہیں (اپنے ہی) دھوکے کی سزا دینے والا ہے، اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ (محض) لوگوں کو دکھانے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

Surely the hypocrites seek to deceive Allah, but He outwits them. When they stand up for prayer, they do it half-heartedly only to be seen by people—hardly remembering Allah at all. (4:142)

In the time of the Prophet (PBUH) no one, unless he prayed regularly, could be reckoned as belonging to the Islamic community. Any disciplined organisations consider the absence of any member from their meetings, without a valid excuse, a sign of lack of interest, and that in the event of continued absence, they cancel his membership. The early Muslim community did the same with those who absented themselves from congregational Prayers. In those days a person's absence from congregational Prayers was considered a clear indication of his indifference towards Islam: if he absented himself from them repeatedly, he was no longer held to be a Muslim. In those days, therefore, even the worst hypocrites had to

attend the five daily Prayers in the mosque. What distinguished a true believer from the hypocrite was that the former came to the mosque with devotion and eagerness, performed his Prayer, and did not rush out of the mosque as soon as the Prayer was over. In short, everything about him indicated that his heart was in the Prayer. Whereas the call to the Prayer for the hypocrite seemed like the announcement of an unavoidable calamity. When such a person set off for the mosque, he walked as if he were dragging the entire weight of his being. No wonder, then, that as soon as the Prayer was over, he escaped like a prisoner released from jail. His entire demeanour testified that the remembrance of God was not in is heart.

ابتدائے اسلام میں میں کسی شخص کے مسلمان ہونے کی یہ علامت سمجھی جاتی تھی کہ وہ باجماعت نماز میں حاضر ہوتا تھا۔ دور نبویؐ میں کسی شخص کا نماز باجماعت سے غیر حاضر رہنا اس بات کی صریح دلیل سمجھا جاتا تھا کہ وہ شخص اسلام سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا، اور اگر وہ مسلسل چند مرتبہ جماعت سے غیر حاضر رہتا تو یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بنا پر سخت سے سخت منافقوں کو بھی اس زمانہ میں پانچوں وقت مسجد کی حاضری ضرور دینی پڑتی تھی، کیونکہ اس کے بغیر وہ مسلمانوں کی جماعت میں شمار کیے ہی نہ جاسکتے تھے۔ البتہ جو چیز ان کو سچے اہل ایمان سے ممیز کرتی تھی وہ یہ تھی کہ سچے مومن ذوق وشوق سے آتے تھے، وقت سے پہلے مسجدوں میں پہنچ جاتے تھے، نماز سے فارغ ہو کر بھی مسجدوں میں ٹھیرے رہتے تھے، اور ان کی ایک ایک حرکت سے ظاہر ہوتا تھا کہ نماز سے ان کو حقیقی دلچسپی ہے۔ بخلاف منافقین کے کہ وہ اذان کی آواز سن کر ان کی جان پر بن جاتی تھی، دل پر جبر کر کے اٹھتے تھے، ان کے آنے کا انداز صاف عکاسی کرتا تھا کہ وہ مجبوراً آرہے ہیں، جماعت ختم ہوتے ہی فوراً مسجد سے نکلنے کی فکر میں رہتے جیسے قیدیوں کو رہائی ملی ہے، اور ان کی تمام حرکات وسکنات سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کو اللہ کے ذکر سے کوئی شوق اور رغبت نہیں ہے۔ اس وجہ سے ایسی سستی والی نماز کو احادیث میں منافقوں کی نماز بھی کہا گیا۔

منافق کی نماز

نماز اسلام کا اہم ترین رکن اور فرض ہے اور اس میں کاہلی اور سستی کا مظاہرہ کرنا نفاق کی علامت ہے کیونکہ منافق کا دل ایمان، خشیت الٰہی اور خلوص سے محروم ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ عشاء اور فجر کی نماز بطور خاص منافقین پر بہت بھاری ہوتی تھیں۔

حدیث: حدیث کے اندر آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: منافق پر عشاء اور فجر کی نماز سب سے زیادہ بھاری ہے۔ منافق اللہ کا ذکر برائے نام کرتا ہے۔اسی طرح نماز جلدی اور مختصر پڑھتا ہے۔جب نماز اخلاص، خشیت الٰہی اور خشوع سے خالی ہو تو یہ منافق جیسی نماز کہلائے گی۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ منافق کی نماز ہے، یہ منافق کی نماز ہے، یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان (طلوع کے قریب) ہو جاتا ہے تو اٹھتا ہے اور چار ٹھونگیں مار لیتا ہے۔(صحیح مسلم)

ایمان میں تذبذب اور کنفیوژن

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔(النساء۔143)

وہ درمیان میں تذبذب کا شکار ہیں، نہ پورے ان کی طرف اور نہ صحیح طور پر ان کی طرف۔ جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

Confused in Faith

They dangle between the one and the other (faith and disbelief) and belong neither to these nor to those completely. And he whom Allah lets go astray, for him you can find no way. (4:143)

ـ ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے تو کلیسا میرے آگے

ہدایت سے محرومی کا مطلب

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔(النساء۔143)

جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

یعنی جس نے قرآن وسنّت سے ہدایت نہ پائی ہو، جس کو سچائی سے منحرف اور باطل پرستی کی طرف راغب دیکھ کر اللہ نے بھی اسی طرف پھیر دیا ہو جس طرف وہ خود پھرنا چاہتا تھا، اور جس کی ضلالت طلبی کی وجہ سے اللہ نے اس پر ہدایت کے دروازے بند اور صرف ضلالت ہی کے راستے کھول دیے ہوں، ایسے شخص کو راہ راست دکھانا در حقیقت کسی انسان کے بس کا کام نہیں ہے۔ اس معاملہ کو رزق کی مثال سے سمجھیے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ رزق کے تمام خزانے اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ جس انسان کو جو کچھ بھی ملتا ہے اللہ ہی کے ہاں سے ملتا ہے۔ مگر اللہ ہر شخص کو رزق اس راستہ سے دیتا ہے جس راستے سے وہ خود مانگتا ہو۔ اگر کوئی شخص اپنا رزق حلال راستہ سے طلب کرے اور اسی کے لیے کوشش بھی کرے تو اللہ اس کے لیے حلال راستوں کو کھول دیتا ہے اور جتنی اس کی نیت صادق ہوتی ہے اسی نسبت سے حرام کے راستے اس کے لیے بند کر دیتا ہے۔ بخلاف اس کے جو شخص حرام خوری پر تلا ہوا ہوتا ہے اور اسی کے لیے سعی کرتا ہے اس کو خدا کے اذن سے حرام ہی کی روٹی ملتی ہے اور پھر یہ کسی کے بس کی بات نہیں کہ اس کے نصیب میں رزق حلال لکھ دے۔ بالکل اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا میں فکر و عمل کی تمام راہیں اللہ تعالٰی کے اختیار میں ہیں۔ کوئی شخص کسی راہ پر بھی اللہ کے اذن اور اس کی توفیق کے بغیر نہیں چل سکتا۔ رہا یہ سوال کہ کون کن راستے پر ہوگا؟ تو اس کا انحصار سراسر آدمی کی اپنی طلب اور سعی پر ہے۔ اگر وہ خدا سے لگاؤ رکھتا ہے، سچائی کا طالب ہے، اور خالص نیت سے اللہ کے راستے پر چلنے کی کوشش کرتا ہے، تو اللہ اسی کا اذن اسی کی توفیق اسے عطا فرماتا ہے اور اسی راہ پر چلنے کے اسباب اس کے لیے پیدا فرما دیتا ہے۔ بخلاف اس کے جو شخص خود گمراہی کو پسند کرتا ہے اور غلط راستوں ہی پر چلنے کی سعی کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے بھی اس کے لیے ہدایت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور وہی راہیں اس کے لیے کھول دی جاتی ہیں جن کو اس نے آپ اپنے لیے منتخب کیا ہے۔ ایسے شخص کو غلط سوچنے، غلط کام کرنے اور غلط راہوں میں اپنی قوتیں صرف کرنے سے بچا لینا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اپنے نصیب کی راہ راست جس نے خود کھو دی اور جس سے اللہ نے اس کو محروم کر دیا، اس کے لیے یہ گم شدہ نعمت کسی کے ڈھونڈے نہیں مل سکتی۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا: وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔ جسے اللہ تعالٰی گمراہی میں ڈال دے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔ (النساء۔143)

توبہ، اصلاح، دین پر استقامت، اخلاص

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (النساء۔146)

البتہ جو توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں اور اللہ کا دامن تھام لیں اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کردیں، تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے اور خدا عنقریب مومنوں کو بڑا ثواب دے گا۔

Except those who repent, mend their ways, hold fast to Allah, and are sincere in their devotion to Allah; they will be with the believers. And Allah will grant the believers a great reward. (4:146)

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا۔ (النساء۔147)

اگر ایمان و شکر پیدا کرو تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔

Why should Allah punish you if you are grateful and faithful? Allah is ever Appreciative, All-Knowing. (4:147)

Shukr or Thankfulness denotes an acknowledgement of benefaction and a feeling of gratitude. This verse states if a person does not behave ungratefully towards God, then there is no reason why God should punish him.

شکر کے اصل معنی اعتراف نعمت یا احسان مندی کے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ کے ساتھ احسان فراموشی اور نمک حرامی کا رویہ اختیار نہ کرو، بلکہ صحیح طور پر اس کے احسان مند بن کر رہو، تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ تمہیں سزا دے۔

ایک محسن کے مقابلہ میں صحیح احسان مندانہ رویہ یہی ہو سکتا ہے کہ آدمی دل سے اس کے احسان کا اعتراف کرے، زبان سے اس کا اقرار کرے اور عمل سے احسان مندی کا ثبوت دے۔ انہی تین چیزوں کے مجموعہ کا نام شکر ہے۔

1۔ اولاً آدمی احسان کو اسی کی طرف منسوب کرے جس نے دراصل احسان کیا ہے، کسی دوسرے کے احسان کے شکریہ اور نعمت کے اعتراف میں اس کا حصہ دار نہ بنائے۔

2۔ ثانیاً آدمی کا دل اپنے محسن کے لیے محبت اور وفاداری کے جذبہ سے لبریز ہو اور اس کے ساتھ محبت و اخلاص کا تعلق رکھے۔

3۔ ثالثاً وہ اپنے محسن کا مطیع و فرمانبردار ہو اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے منشاء کے خلاف استعمال نہ کرے۔

آیت میں لفظ شاکر استعمال ہوا ہے جس کا موزوں ترجمہ قدردان ہے۔ شکر جب اللہ کی طرف سے بندے کی جانب ہو تو اس کے معنی اعتراف خدمت یا قدردانی کے ہوں گے، اور جب بندے کی طرف سے اللہ کی جانب ہو تو اس کو اعتراف نعمت یا احسان مندی کے معنی میں لیا جائے گا۔ اللہ کی طرف سے بندوں کا شکریہ ادا کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ناقدر شناس نہیں ہے، جتنی اور جیسی خدمات بھی بندے اس کی راہ میں بجالائیں، اللہ کے ہاں ان کی قدر کی جاتی ہے، کسی کی خدمات صلہ وانعام سے محروم نہیں رہتیں، بلکہ وہ نہایت فیاضی کے ساتھ ہر شخص کو اس کی خدمت سے زیادہ صلہ دیتا ہے۔ بندوں کا حال تو یہ ہے کہ جو کچھ آدمی نے کیا اس کی قدر کم کرتے ہیں اور جو کچھ نہ کیا اس پر گرفت کرنے میں بڑی سختی دکھاتے ہیں۔ لیکن اللہ کا حال یہ ہے کہ جو کچھ آدمی نے نہیں کیا ہے اس پر محاسبہ کرنے میں وہ بہت نرمی اور چشم پوشی سے کام لیتا ہے، اور جو کچھ کیا ہے اس کی قدر اس کے مرتبے سے بڑھ کر کرتا ہے۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ شکر گزاری کا مطلب ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق برائیوں سے اجتناب اور عمل صالح کا اہتمام کرنا۔ یہ گویا اللہ کی نعمتوں کا عملی شکر ہے اور ایمان سے مراد اللہ کی توحید و ربوبیت پر اور نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت پر ایمان ہے۔ جو اللہ کا شکر کرے گا، اللہ کی قدر کرے گا، سچے دل سے ایمان لائے گا، وہ وہ اللہ سے بہترین جزاء پائے گا۔

خلاصہ قرآن پر اپنی قیمتی تجاویز، آراء اور تبصروں سے ضرور آگاہ فرمائیں

For Feedback, Comments and Suggestions Please Contact:
Mobile: +44 785 3099 327
Email: info@hafizsajjad.com

www.hafizsajjad.com